عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۶ | ۲۲ تا ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ جنوری ۲۰۱۷ء | شمارہ:۴

پاک امریکا تعلقات

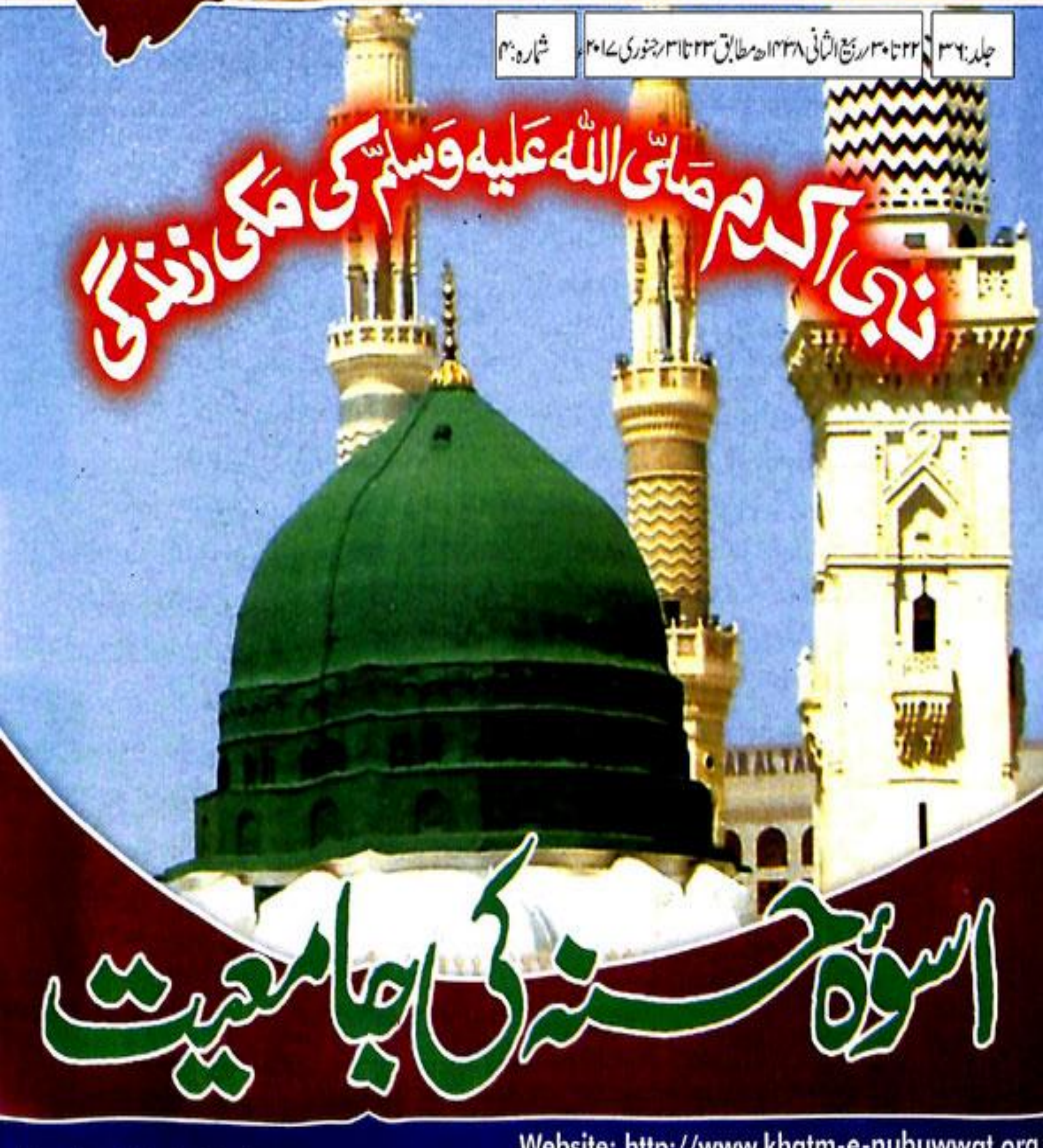

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Email: editorkn@yahoo.com

ترکہ کی تقسیم

س:...... مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے والدین کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی وراثت میں ہمیں ایک مکان ملا ہے جس کی مالیت سترہ لاکھ اسی ہزار روپے (1780000) ہے۔ ہم چھ بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ شریعت کی روشنی میں اس وراثت کو ہمارے درمیان تقسیم فرمادیجئے۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کو سترہ حصوں میں تقسیم کریں گے جس میں سے ایک ایک حصہ مرحوم کی ہر ایک لڑکی کو اور دو دو حصے مرحوم کے ہر ایک لڑکے کو ملیں گے۔

مذکورہ بالا تقسیم کے مطابق کل رقم سترہ لاکھ اسی ہزار میں سے ہر ایک بیٹی کو ایک لاکھ پینتالیس ہزار پانچ روپے اٹھاسی پیسے (104705.88) ملیں گے اور ہر ایک بیٹے کو دو لاکھ نو ہزار چار سو گیارہ روپے چھہتر پیسے (209411.76) ملیں گے۔

والد کی جائیداد کی شرعی وارثوں میں تقسیم

س:...... ہمارے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، اب ہم تمام بہن بھائی اور والدہ باہمی رضامندی سے اپنی پراپرٹی بیچ رہے ہیں، جس کی مالیت ساڑھے پانچ کروڑ ہے، ہم پانچ بھائی اور تین بہنیں اور والدہ ہیں، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ ہر آدمی کے حصے میں کتنی رقم بنے گی؟

ج:...... صورت مسؤلہ آپ کے والد مرحوم کے انتقال کے وقت اگر مذکورہ ورثا سارے بقید حیات تھے تو اس صورت میں مرحوم کا کل ترکہ ایک سو چار حصوں پر تقسیم ہوگا، جس میں سے تیرہ حصے مرحوم کی بیوہ کو اور چودہ چودہ حصے ہر ایک زندہ بیٹے اور سات، سات حصے ہر ایک زندہ بیٹی کو ملیں گے۔ اگر مرحوم کا کل ترکہ مذکورہ پراپرٹی ہے جس کی مالیت ساڑھے پانچ کروڑ روپے ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے تو اس صورت میں ہر وارث کا حصہ مندرجہ ذیل ہے: بیوہ کو 6875000 روپے، ہر ایک بیٹے کو 7403846.2 روپے، جبکہ ہر ایک بیٹی کو 3701923.1 روپے ملیں گے۔

وراثت کی تقسیم

س:...... شادی کے کچھ عرصے بعد بیوی کے نام سے گھر خریدا گیا، جس میں شوہر کی رقم، بیوی کے زیور شامل تھے۔ میاں بیوی دونوں بے اولاد تھے، قبضہ وملکیت دونوں کی تھیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بیوی ہمیشہ شوہر کے سامنے اور پیچھے بھی یہ کہتی رہی کہ میرے انتقال کے بعد یہ گھر چھوٹے بھائی کے نام پر ہوگا، جس کے عاقل وبالغ گواہ مرد وعورت دونوں موجود ہیں۔ گھر خریدنے کے پانچ سے چھ سال بعد بیوی کا بڑا بھائی اوپر کی منزل پر دولاکھ کی رقم لگا کر رہائش پذیر ہوا اور یہ رقم لگانے سے پہلے دونوں میاں بیوی سے یہ پوچھا کہ یہ جو رقم لگا رہے ہیں بعد میں کیا ہوگا؟ جس کے جواب میں شوہر کے سامنے یہ کہا کہ ہم بے اولاد ہیں، میرے بعد یہ تم دونوں بھائیوں کے کام آئے گا اور یہ رہائش ان دونوں کی خواہش پر اختیار کی تھی، بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کے تقریباً دو سال بعد شوہر نے بھائی کو گھر خالی کرنے کے لئے کو کہا، کیونکہ وہ دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اب شرعاً اس گھر کا مالک کون ہے؟ (شوہر یا بیوی کے دو بھائی اور ایک بہن) بیوی کی دو بہنیں اور والدین ان کے انتقال سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ بڑے بھائی نے جو رقم لگائی تھی اس کا کیا ہوگا؟ اُس وقت مکان کی قیمت دس لاکھ تھی اور ابھی تیس پینتیس لاکھ ہے۔

ج:...... صورت مسئولہ میں اگر واقعتاً سائل کا بیان درست ہے کہ شوہر نے مکان بیوی کے نام کر دیا تھا، قبضہ اور ملکیت بھی دے دی تھی تو ایسی صورت میں بیوی کے انتقال کے بعد یہ مکان شرعاً تمام ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ لہٰذا مرحومہ کے کل ترکہ میں سے سب سے پہلے دو لاکھ کی رقم نکال کر اس بھائی کو دی جائے گی، جس نے مکان کی اوپری منزل کے بنانے پر خرچ کی تھی۔ اس کے بعد باقی ترکہ کو شرعاً دس حصوں میں تقسیم کریں گے، جس میں سے پانچ حصے شوہر کے اور دو، دو حصے ہر ایک بھائی کے اور ایک حصہ مرحومہ کی بہن کو ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ — ۲۲ تا ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ جنوری ۲۰۱۷ء — شمارہ:۴

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اتحاد و اتفاق کی برکات	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
نبی اکرم ﷺ کی عملی زندگی	۷	مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی
اسوۂ حسنہ کی جامعیت	۱۰	مولانا سرفراز خان صفدرؒ
پاک امریکہ تعلقات....	۱۳	مولانا زاہد الراشدی
اولاد: قدرت کا انمول تحفہ (۳)	۱۶	مفتی محمد نعیم
لیا جائے گا تجھ سے کام....	۱۹	مولانا شمس الحق ندوی
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۸)	۲۱	مولانا فضل محمد یوسف زئی
حضرت مولانا مطیع الانوارؒ کی رحلت	۲۳	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
مرزا قادیانی کا تعارف و کردار (۲۰)	۲۵	حافظ عبیداللہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

احادیث قدسیہ

سحبان الہند حضرت مولانا
احمد سعید دہلویؒ

ذکرِ الٰہی

حدیث قدسی ۱۰: حضرت عمرؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت حق تعالیٰ سے عرض کیا: اے رب! میں جاننا چاہتا ہوں کہ تو اپنے بندوں میں سے کس شخص سے محبت کرتا ہے تاکہ میں بھی اس سے محبت کروں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ وہ میرا ذکر بکثرت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ میں نے اس کو توفیق عنایت کی ہے اور وہ میری ہی اجازت سے میرا ذکر کر رہا ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ وہ میرا ذکر نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ میں نے اس کو اپنی یاد سے روک دیا ہے اور میں اس سے ناراض ہوں۔ (دار قطنی، ابن عساکر)

یعنی ذاکر میرا محبوب ہے اور غافل میرا مبغوض ہے۔

حدیث قدسی ۱۱: ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی: اے داؤدؑ! ظالم امراء اور حکام کو مطلع کردو کہ وہ میرا ذکر نہ کیا کریں، کیونکہ میرا قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر کرتا ہوں اور ان ظالموں کا ذکر میرے نزدیک یہ ہے کہ میں ان پر لعنت کروں۔ (دیلمی، ابن عساکر)

مطلب یہ ہے کہ یہ ظالم امیر اور حاکم میری لعنت کے مستحق ہیں، اس لئے کہ اگر یہ میرا ذکر کریں گے تو ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ میں تو ان کو لعنت ہی کے ساتھ یاد کروں گا۔

حدیث قدسی ۱۲: حضرت انسؓ کی روایت میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس نے مجھے کسی دن یاد کیا ہو یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہو اس کو آگ سے نکال لو۔ (ترمذی، بیہقی)

حدیث قدسی ۱۳: حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی بندہ مجھے خلوت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے خلوت میں یاد کرتا ہوں اور جب کوئی بندہ کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر اور بڑی ہوتی ہے۔ (بیہقی)

حدیث قدسی ۱۴: حضرت عمارہ بن وسکرہؓ کی روایت میں ہے کہ میرا کامل بندہ وہ ہے جو مجھ کو اس حالت میں یاد کرتا ہے جبکہ وہ اپنے دشمن سے ملاقات کرتا ہے۔ (ترمذی)

دشمن سے مراد شیطان ہے اس سے ملاقات کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس کو بہکا رہا ہو اور وہ میرا ذکر کرتا ہو یا مراد یہ ہے کہ کفار سے مقابلہ کے وقت میرا ذکر کرتا ہو۔

مسائل غسل

☆...... جسم پر تیل، ویسلین، مہندی یا ایسی چکنائی لگی ہو جس کا اپنا وجود برقرار نہیں رہتا اور وہ جسم میں جذب ہو جاتے ہیں، چاہے ان کا رنگ جسم پر موجود ہو یا نہ ہو، ایسی تمام صورتوں میں غسل اور وضو ہو جاتا ہے۔ چاہے وضو اور غسل کے بعد ان چیزوں کے اثرات محسوس ہوں، البتہ ایسی جَیل جن کی اپنی تہہ جم جاتی ہو ان کا وضو اور غسل سے پہلے ہٹانا ضروری ہے۔

☆...... کھڑے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے، البتہ مناسب یہی ہے کہ آداب کی رعایت رکھتے ہوئے یہ کام کئے جائیں۔

☆...... وضو یا غسل کرتے ہوئے اگر پانی کی کچھ چھینٹیں جسم یا کپڑوں پر پڑ جائیں یا بالٹی، لوٹے وغیرہ میں موجود پانی میں گر جائیں تو وہ معاف ہیں، البتہ غسل خانے کی جگہ ناپاک ہو اور دوران استعمال پانی کی چھینٹیں ان جگہوں پر پڑ جائیں تو وہ چھینٹیں بھی ناپاک ہو جائیں گی اور ان جگہوں پر پڑنے کے بعد وہ چھینٹیں اگر پاک جگہ پر پڑیں گی تو اتنی جگہ ناپاک کہلائے گی چاہے جسم ہو، کپڑا ہو یا زمین ہو۔

☆...... آنکھوں میں لینس لگے ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ آنکھوں کے اندر پانی ڈالنا ضروری نہیں ہے۔

مسائل تیمم

س:...... کیا شریعت نے وضو اور غسل کا کوئی نعم البدل بھی بتلایا ہے؟

ج:...... جی ہاں! ایک میل تک پانی نہ ملنے کی صورت میں یا پانی کے استعمال کے نقصان دہ ہونے کی صورت میں شریعت نے اس کا نعم البدل بتلایا ہے؟ جسے تیمم کہتے ہیں۔

س:...... تیمم کسے کہتے ہیں؟

ج:...... تیمم کے لفظی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں، جبکہ اصطلاح شریعت میں پاک مٹی سے مخصوص طریقے سے نیت و ارادے کے ساتھ طہارت اور پاکی حاصل کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

س:...... تیمم کس چیز پر ہوتا ہے؟

ج:...... مٹی پر یا جو چیز مٹی کی قسم کی ہو تیمم اس پر ہوتا ہے۔

س:...... مٹی کی قسم کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... جو چیز نہ آگ میں جلے نہ گلے اسے مٹی کی قسم کہتے ہیں۔

س:...... مٹی کے علاوہ کسی اور چیز پر بھی تیمم ہو سکتا ہے؟

ج:...... جی ہاں! پتھر اور اینٹ پر تیمم کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ ہر اس چیز پر جس پر اس قدر دھول مٹی چڑھی ہوئی ہو کہ ہاتھ مارنے سے خوب اڑتی ہو اور ہاتھوں پر اچھی طرح لگ جاتی ہو تیمم کرنا صحیح ہے۔

نماز

عملی شریعت کا پہلا و بنیادی رکن

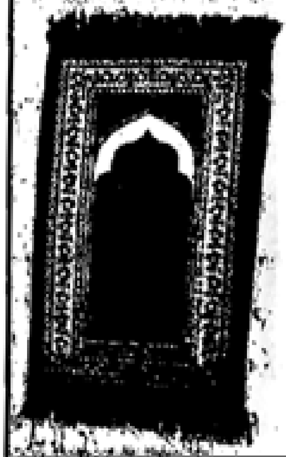

حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اتحاد و اتفاق کی برکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ان اللہ لا یعذب العامة بعمل الخاصة حتی تکون العامة تستطیع تغیر علی الخاصة فاذا لم تغیر العامة علی الخاصة عذب اللہ العامة والخاصة۔'' (کنز العمال حدیث:۵۵۱۵)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ خواص کی بداعمالیوں کی بدولت عوام کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتے، لیکن اگر عوام خواص کی اصلاح پر قدرت رکھنے کے باوجود بھی ان کی اصلاح نہیں کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ عوام وخواص کو عذاب عام میں مبتلا کردیں گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حسب استطاعت عوام کو خواص (حکمرانوں) اور صاحب اقتدار لوگوں کی اصلاح سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے، جب تک عوام اس فریضہ کو بجالاتے رہیں گے، وہ خواص کی بداعمالیوں کی بدولت نازل ہونے والے عذاب سے محفوظ رہیں گے، لیکن جب انہوں نے باوجود استطاعت کے یہ کام چھوڑ دیا، اس دن نہ صرف خواص اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں گے، بلکہ ان کے ساتھ عوام بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

صوبہ سندھ کے اراکین اسمبلی نے دانستہ یا نادانستہ، شعوری یا لاشعوری طور پر اسلام پر قدغن لگانے کے مترادف جو بل پاس کیا تھا اور ہماری مذہبی قیادت نے بروقت متفقہ طور پر اس بل کے خلاف جو آواز اٹھائی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو شرف قبولیت بخشی اور گورنر سندھ جناب جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی نے اس بل پر اعتراض لگاکر اسپیکر سندھ کو واپس بھیج دیا ہے۔ اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔ اس کی تفصیلی خبر ملاحظہ ہو:

''کراچی (رپورٹ: خالد محمود) گورنر سندھ جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی نے سندھ اسمبلی کا پاس کردہ پروٹیکشن آف منارٹی بل ۲۰۱۵ء پر اعتراض لگاکر اسمبلی میں واپس بھیج دیا۔ اسمبلی، بل میں ضروری تبدیلی کرکے دوبارہ پاس کرے گی۔ بل واپس کرنے پر مذہبی راہنماؤں نے گورنر سندھ جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ سندھ حکومت بل سے آئین پاکستان اور اسلام مخالف شقوں کو نکال دے۔ اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنے پر کوئی اعتراض نہیں مگر قرآن وسنت کے خلاف کسی بھی قانون کی مخالفت کریں گے۔ گورنر سندھ جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی نے سندھ اسمبلی کے پاس کردہ پروٹیکشن آف منارٹی بل پر اعتراضات لگا کر واپس اسمبلی کو بھیج دیا ہے جس کے بعد سندھ اسمبلی بل پر کئے گئے اعتراضات کو ختم کرکے اسے دوبارہ اسمبلی سے منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ مذکورہ بل کی سندھ اسمبلی سے منظوری کے خلاف ملک بھر کی دینی ومذہبی جماعتوں نے بھرپور احتجاج کیا تھا، جبکہ جمعیت علماء اسلام نے بل واپس نہ لینے پر سندھ اسمبلی، وزیراعلیٰ ہاؤس اور بلاول ہاؤس کے گھیراؤ کا اعلان کیا تھا۔ دریں اثنا دینی ومذہبی جماعتوں کے راہنماؤں نے گورنر سندھ کے اس اقدام پر انہیں مبارکباد پیش کرتے

ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ سندھ حکومت بل سے خلاف قرآن وسنت مواد کو نکالے۔ جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی نے کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس بل کو واپس لیا جائے۔ اگر اس بل کو ترمیم کے ساتھ بھی منظور کیا گیا تو عوامی ردعمل شدید ہوگا۔ اس بل کے ذریعے غیروں کو خوش کرنے کے لئے غیر آئینی راستہ اختیار کیا گیا جو غیر اسلامی اور غیر اخلاقی بھی ہے۔ جامعۃ الرشید کے رئیس دارالافتاء مفتی محمد نے گورنر سندھ کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے کہا کہ گورنر سندھ کا یہ قدم آئین وقانون کے عین مطابق ہے۔ آئین پاکستان میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ مملکت خداداد میں کوئی قانون قرآن وسنت کی روح کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا۔ سندھ اسمبلی کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ گورنر سندھ کی طرف سے جو ترامیم تجویز کی گئی ہیں ان پر من وعن عمل درآمد کرنا چاہئے۔ جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کے سربراہ ابوالخیر محمد زبیر نے کہا کہ گورنر سندھ کا یہ اقدام خوش آئند ہے جس پر ہم انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی تحریک حکومت کی جانب سے اس یقین دہانی پر روک رکھی تھی کہ بل سے قرآن وسنت کے خلاف شقوں کو ختم کیا جائے گا۔ جمعیت علماء اسلام سندھ کے جنرل سیکریٹری مولانا راشد محمود سومرو نے کہا کہ گورنر سندھ کی جانب سے بل پر اعتراضات اور اسمبلی کو واپس کرنا ہماری کامیابی ہے کیونکہ ہم نے اس بل کے خلاف سب سے توانا آواز بلند کی تھی۔ سندھ حکومت کو اب ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور آئندہ کوئی بھی ایسا بل اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے علماء کرام کو اعتماد میں لینا چاہئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر مولانا امداد اللہ نے کہا کہ گورنر سندھ نے بل اسمبلی کو واپس بھیج کر دستور وقانون کی لاج رکھ لی جس پر ہم انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ جامعۃ الدعوۃ کراچی کے مسؤل ڈاکٹر مزمل اقبال ہاشمی نے کہا کہ قرآن وسنت کے خلاف بل مسترد کرنے پر گورنر سندھ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ وہ تمام جماعتیں اور میڈیا جنہوں نے اس بل کے خلاف آواز اٹھائی، بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ درحقیقت یہ بل ملک کی اساس کے خلاف سازش تھی جسے ناکام بنایا گیا۔"

(روزنامہ اسلام کراچی، یکم جنوری ۲۰۱۷ء)

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ارباب اقتدار سے عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب ہر ادارہ میں بھرتی ہونے کے لئے اصول وقواعد اور ایک معیار مقرر ہے، اراکین اسمبلی کے انتخاب کے لئے بھی تو کوئی معیار ہونا چاہئے۔ جس کو کم از کم اتنا تو معلوم ہو کہ پاکستان کا نظریہ کیا ہے۔ پاکستان کی اساس کن نظریات پر رکھی گئی ہے۔ ہمارا آئین کیا ہے؟ اور ہمارا آئین کسی بل کے پاس ہونے کے لئے کیا شرائط لاگو کرتا ہے اور کیا حد بندی کرتا ہے؟

اس بل کے پاس ہونے سے تو باشعور اور سنجیدہ لوگوں کو اس بات کا ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ خدانخواستہ کل کلاں کسی صوبائی یا مرکزی اسمبلی میں کوئی ایسا بل بھی پاس ہوسکتا ہے کہ نعوذ باللہ! قرآن کریم پڑھنے پر پابندی، نماز پڑھنے پر پابندی، اسلامی اقدار اور تہذیب پر پابندی، اسلامی شعائر پر پابندی، ولا فعل اللہ علیٰ ذالک۔

ہماری دینی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے لئے بھی اس قضیہ میں ایک سبق ہے، وہ یہ کہ جب تک آپ قرآن وسنت کے نظام کے نفاذ اور نظریہ پاکستان کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازتے رہیں گے اور جب آپ یہ دونوں کام چھوڑ دیں گے یا اس میں کوتاہی برتیں گے تو کامیابیاں ملنا تو دور کنار اپنا مذہبی وسیاسی وجود برقرار رکھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اتحاد میں جتنی برکات ہیں اور اتحاد واتفاق سے جو کامیابیاں آپ سمیٹ سکتے ہیں، وہ انتشار اور الگ اڑان میں آپ کبھی حاصل نہیں کرسکتے۔

آئیے عہد کریں کہ ہم ان شاء اللہ! ہر سطح پر اس یہ اتحاد واتفاق کی فضا قائم رکھیں گے۔ اسلامی نظام کے نفاذ، نظریہ پاکستان کی حفاظت اور استحکام پاکستان کے لئے ہم اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کریں گے۔ ان شاء اللہ!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی

مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی

اسلام، عالمی اور ابدی مذہب ہے، اسلام کی تعلیمات اور اس کا سرمدی پیغام دنیا کے ہر گوشے میں بسے ہوئے انسانی افراد اور معاشرے کے لئے یکساں طور پر قابل عمل ہے۔ اس عالمی اور آفاقی مذہب کے پیغمبر آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر گوشہ اور ہر پہلو پوری امت مسلمہ کے لئے ایک کامل اسوۂ اور مکمل نمونہ ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی شہادت ہے: "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی ہو یا سماجی زندگی، مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی، عبادات ہوں یا معاملات، سیاسیات ہوں یا اخلاقات و مذہبیات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عملی نمونہ ہر شعبۂ زندگی میں تمام انسانوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

دیانت اور پاکیزگی و شرافت:

مکی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی شناخت تھی، آپ کی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی، مکی زندگی میں نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے سے پہلے اور بعد کے زمانہ میں آپ کی شناخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و امانت، شرافت و پاکیزگی، تواضع و انکساری اور تقویٰ و پاکبازی تھی، مکہ کا ہر باشندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت و پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاق کا قائل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام طور پر صادق اور امین کہا جاتا تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو اس کے مقام تک اٹھا کر رکھنے میں قریش کے اندر جو سخت اختلاف پیدا ہوا اور جس کی وجہ سے خونریز جنگ چھڑنے والی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کا زمانہ تھا، لیکن قریش کے سرداروں اور بڑے بوڑھوں کو جب یہ ہاشمی نوجوان دکھائی پڑا تو سب نے بیک آواز ہو کر کہا:

"یہ محمد امین شخص ہیں، ہم ان سے خوش ہیں، یہ امین ہیں۔"

اور سب نے اس نوجوان کے حکیمانہ فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور اس طرح ایک خونریز جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے ابتدائی مرحلہ میں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ نبوت کے پیغام اور توحید کی دعوت کو علی الاعلان اپنے قبیلہ والوں تک پہنچایا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لاتے ہیں اور قریش کے قبائل کو آواز دیتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے قریش! اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کی فوج حملہ آور ہونے کو تیار ہے تو کیا تم یقین کرو گے؟ پوری قوم یک زبان ہو کر کہتی ہے: ہاں! ہم نے آپ میں سوائے صدق اور سچائی کے کچھ نہیں پایا۔" (صحیح بخاری)

آپ کی امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ مکہ کے بڑے بڑے تاجر خواہش مند رہتے تھے کہ آپ ان کے تجارتی سامان لے کر شام و یمن وغیرہ کی عالمی منڈیوں میں جائیں تاکہ آپ کے ذریعہ ان کی تجارت کو فروغ حاصل ہو۔ نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی مکہ کے وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو نہیں مانتے تھے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی امانتیں بغرض حفاظت رکھ جاتے تھے، انہیں اس بات کا اطمینان تھا کہ ان کی امانت اس امین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں میں اتنی محفوظ نہیں ہے۔

صبر و استقامت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا دوسرا سب سے واضح عنصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ جذبۂ صبر و استقامت، اولوالعزمی اور اپنے صحیح موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے کی قوت تھی۔ تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے بعد مکہ کی اکثریت آپ کے خلاف تھی۔ وہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مٹھی بھر مسلمانوں کے درپے آزار رہتے، انہیں تکلیفیں پہنچاتے، ایذائیں دیتے اور دن رات اسلام، پیغمبر اسلام اور متبعین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے اس برتاؤ کا جواب صبر و خاموشی اور ہمت و استقامت سے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کے اپنے موقف سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا، حتی کہ آپ کو پورے عرب کی بادشاہت، مال و دولت، حسین ترین عورتوں اور ہر خواہش کی چیز پیش کیے جانے کی پیشکش بھی کی گئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت حق کے سامنے ہر کسی پیشکش کو حقارت

سے ٹھکرا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا ابوطالب کی فہمائش کے جواب میں فرمایا کہ: ''چچا جان! اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ اس کام سے باز رہو تو بھی میں ایسا نہیں کرسکتا۔''

تصادم سے گریز اور دعوت وتبلیغ کا تسلسل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صبر آزما اور مخالف ماحول میں اہل مکہ کے سامنے اعلیٰ اخلاقی نمونہ پیش کیا۔ گالیوں کا جواب دعاؤں سے، پتھر کا جواب نرم کلامی سے، دل آزاری کا جواب ہمدردی وغمگساری سے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماحول میں تصادم سے گریز کیا اور حکمت وبصیرت کے ساتھ کام کرتے رہے، لوگوں کی بھلائی اور دنیا وآخرت کی کامیابی کے لئے ان کو خدائے واحد اور اللہ کے پسندیدہ دین کی طرف بلاتے رہے۔ دعوت وتبلیغ کا جو فرض منصبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا تھا، اس پر پوری دلجمعی، استقامت اور سختی سے قائم رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دلوں کے قلعوں کو تسخیر کرتی چلی گئی اور مکہ کی ایک بڑی تعداد نے مخالف ماحول میں بھی اسلام میں کشش محسوس کی، جو لوگ کل تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے شدید ترین دشمن تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور دعوت حق کی گرمی سے پگھل کر پانی پانی ہوجاتے اور اہل ایمان کے حلقے میں شامل ہوجاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے یہ چند خاص سبق ملتے ہیں کہ اہل ایمان کو اپنے حق وصداقت کے موقف پر پورے یقین واعتماد کے ساتھ جمنا چاہئے اور اس کی طرف پورے وثوق کے ساتھ دعوت دینی چاہئے۔ جہاں تک ہوسکے اپنے پڑوسیوں، اہل خاندان، اہل وطن سے خواہ وہ کسی بھی فکر وخیال اور مذہب کے ماننے والے ہوں، ان سے اخلاق ومحبت، خیر خواہی وہمدردی اور بہتری وبھلائی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ نیز معاشرے کے سامنے ہمیشہ اپنے اعلیٰ کردار وعمل، تقویٰ وطہارت، امانت ودیانت اور اخلاص وخیر خواہی کے ذریعہ بلند پایہ اخلاقی اقدار وآداب کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

ہجرت حبشہ سے چند سبق:

نبوت کے پانچویں برس دو مرحلوں میں تقریباً سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایماء پر حبشہ (موجودہ ایتھوپیا، افریقا) کی طرف ہجرت فرمائی، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہجرت میں حصہ نہیں لیا، لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے ہجرت اختیار کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں انہوں نے وہاں زندگی گزاری، اس لئے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا ہی ایک حصہ تصور کیا جاتا ہے۔

حبشہ ایک غیر مسلم ملک تھا، وہاں کا حکمراں نجاشی اس وقت نصرانی تھا، سو کے قریب مسلمانوں کی جمعیت وہاں کی قلیل ترین اقلیت تھی، لیکن حبشہ کی زندگی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں جو لائحہ عمل اختیار کیا، وہ ہندوستان جیسے ملک میں رہنے والی مسلم اقلیت کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے۔

حبشہ پہنچنے کے بعد مسلمانوں نے وہاں اپنی کالونی بنائی اور اس عادل بادشاہ کی رعایا بن کر رہنے لگی، ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ کفار مکہ کے دو نمائندوں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص نے حبشہ کی سرزمین میں بھی مسلمانوں پر تنگ کرنی چاہی اور بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہا۔ اس موقع پر حبشہ کے مسلمانوں نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ ہمارے لئے روشن نمونہ کا درجہ رکھتا ہے۔

مسلمانوں نے سب سے پہلے اجتماعیت اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر منتخب کیا، پھر انہوں نے باہمی مشورہ اور اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ جس دین حق کی خاطر ہم نے اپنا وطن چھوڑا ہے، اس کے خلاف ہم کچھ نہیں کہیں گے اور جو کچھ حق ہوگا حکمت وبصیرت کے ساتھ معقول ومدلل انداز میں اس کو سامنے رکھیں گے، نیز اپنے جائز مقصد کے حصول اور اپنی جان ومال کی حفاظت کے لئے عادل بادشاہ کے عدل وانصاف اور قانون کا سہارا لیں گے۔ چنانچہ جب قریشی نمائندوں نے نجاشی کے سامنے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا کہ یہ بددین ہوکر اپنے ملک سے بھاگ آئے ہیں، ان کو واپس کیا جائے تو نجاشی نے مسلمانوں سے صفائی پیش کرنے کو کہا۔

ان روشن اصولوں کی راہنمائی میں حضرت جعفر طیارؓ نے نہایت معقول انداز میں کہا کہ کیا ہم غلام ہیں جو تمہارے یہاں سے بھاگ آئے ہیں یا ہم نے کسی کا قتل کیا ہے یا ہم کسی کا مال ہڑپ کرکے آئے ہے۔ اس برمحل اور معقول سوال کا جواب ان قریش نمائندوں کے پاس نہیں تھا۔

پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ آخر وہ کون سا دین ہے جس پر تم ایمان رکھتے ہو؟ اس کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا جو خلاصہ پیش کیا، وہ ایک بہترین دینی اور سماجی نمونہ تھا۔ حضرت جعفرؓ نے اسلام کے تعارف پر مشتمل جو تقریر نجاشی کے دربار میں کی تھی، اس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ تعلیمات کا ذکر تھا: (۱) توحید، (۲) سچائی، (۳) امانت داری، (۴) صلہ رحمی، (۵) پڑوسیوں سے اچھا سلوک، (۶) حرام کاموں سے پرہیز،

(۷)خونریزی سے گریز، (۸)بدکاری سے پرہیز، (۹)جھوٹی بات سے پرہیز، (۱۰)مال یتیم سے پرہیز، (۱۱)عورتوں پر الزام تراشی سے گریز، (۱۲)نماز قائم کرنا، (۱۳)زکوۃ دینا، (۱۴)روزہ رکھنا۔ان تعلیمات میں مذہب،اخلاق اور سماج سب کچھ کی راہنمائی موجود ہے۔

دوسرے دن قریشی نمائندوں نے ایک دوسری چال چلی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عبدیت کے اسلامی عقیدہ کے خلاف نجاشی عیسائی بادشاہ کو بھڑکانا چاہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔مسلمانوں کے لئے یہ مشکل وقت تھا،لیکن حق پرستی اور صداقت شعاری کے روشن اصولوں کی روشنی میں جو اسلامی عقیدہ تھا وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بلاکم وکاست پیش کردیا اور بالآخر حق کا بول بالا ہوا اور باطل رسوا و ذلیل ہوکر واپس ہوا۔

کتب سیرت و احادیث میں حبشہ میں مسلمانوں کی عام زندگی کی تفصیلات نہیں ملتیں،لیکن جو کچھ جابجا روایات میں ملتا ہے،اس سے بھی ان کے طرز معاشرت کی ایک جھلک دکھائی دیتی محسوس ہوتی ہے۔حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنی چھوٹی سی بستی بنا کر تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کیا اور مقامی غیر مسلم آبادی کے ساتھ معاملات کئے۔اس سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ جہاں بھی ہیں محنت ومشقت اور امانت و دیانت کے ساتھ حلال روزی کے ذرائع اختیار کریں، مسلمانوں نے ملک کی خیرخواہی اور اہل ملک کے ساتھ وفاداری کا برتاؤ کیا۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دنوں نجاشی بادشاہ کو ایک بغاوت کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ان کی کامیابی کے لئے دعا کی۔اس سے یہ اصول ماخوذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے ملک اور عادل راہنما کے ساتھ وفاداری اور خلوص ومحبت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

ہم مسلمانوں کو ہجرت حبشہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔نازک اور اہم مواقع پر اجتماعیت اختیار کرکے باہمی مشورہ سے کام لینا اور اپنا امیر منتخب کرلینا چاہئے۔مسلمانوں کو یہ طے کرلینا چاہئے کہ کسی حال میں بھی حق و صداقت کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور اپنے ایمان و یقین کا سودا کسی صورت میں نہیں کریں گے۔یہی ان کی مذہبی اور تہذیبی زندگی کی اساس ہے۔ نیز جذباتیت سے گریز کرتے ہوئے حکمت وبصیرت سے کام لینا چاہئے اور مخالف حالات کا صبر و استقامت سے سامنا کرنا چاہئے۔دین کی دعوت، حکمت، معقولیت اور مدلل طریقہ سے اپنے ہم وطنوں کو دینی چاہئے اور ہمیشہ طاقت کا مقابلہ حکمت و دانائی سے کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے نظام عدل سے واقفیت حاصل کرنی چاہئے اور اسے اپنے تحفظ کے لئے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

نیز مسلمانوں کو جس ملک میں وہ رہیں، وہاں امن پسند شہری کی حیثیت سے رہنا چاہئے اور تخریبی کارروائیوں سے گریز کرنا چاہئے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے موقف، مقصد حیات اور طرز زندگی سے ہم وطنوں کو واقف کرانا چاہئے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور تحفظ کے مسائل پیدا نہ کریں اور اسلام سے اجنبیت کی وجہ سے اس کو حریف نہ سمجھیں۔

نیز مسلمانوں کو کو ہم وطنوں کے مذہب، مزاج اور تہذیبی شعار سے ضروری واقفیت حاصل کرنی چاہئے تاکہ امن وسکون اور بقائے باہم کی راہ ہموار ہو۔ہجرت حبشہ سے قبل سورۂ مریم کا نزول، نجاشی کی عدالت میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت اور نجاشی کے دربار میں آپ کی پوری تقریر کا خلاصہ یہی ہے۔☆☆☆

اکابر نے اپنی جانوں پر کھیل کر عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کی ہے:مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

مانسہرہ(پ ر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پوری کائنات کے لیے نجات کا پیغام ہے،اس مقدس دین میں راستے سے تکلیف دہ چیز اٹھانے کا بھی ثواب ہے اور راستوں کو صاف رکھنے میں اجر ملتا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول ہیں،آپ کے بعد کوئی نبی ورسول پیدا ہوا اور نہ ہی قیامت تک ہوگا،یہ عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔اس پر اسلام کی عمارت قائم ہے،عقیدہ ختم نبوت کا انکار انسان کو جہنم کی وادیوں میں لے جاتا ہے،ہمارے اکابر نے اپنی جانوں پر کھیل کر عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کی ہے۔ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قلندر آباد ضلع ایبٹ آباد کے زیر اہتمام جامع مسجد عثمانیہ سمیر میں ایک عظیم الشان سیرت تاجدار ختم نبوت کانفرنس زیر صدارت مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی سے خطاب کرتے ہوئے سابق ڈسٹرکٹ خطیب ضلع مانسہرہ مولانا قاضی خلیل احمد،مولانا مفتی آصف آف حویلیاں،مولانا سید مبشر حسین شاہ،مولانا قاری عبدالرحیم،مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی،مولانا عبدالقیوم ولی، پروفیسر مولانا عبدالصبور طارق،مولانا محمد فرید،مولانا محمد ادریس نے کیا۔انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی شان ہے خوش نصیب لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔اس کانفرنس میں علاقہ بھر کے ۵۰ سے زائد علماء کرام نے شرکت کی۔

اسوۂ حسنہ کی جامعیت!

مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں جتنے بھی رسول اور نبی تشریف لائے ہیں ہم ان سب کو سچا مانتے اور اُن پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور ایسا کرنا ہمارے فریضہ اور عقیدہ میں داخل ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ مگر اس ایمانی اشتراک کے باوجود بھی ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسی نمایاں خصوصیات اور کچھ جداگانہ کمالات و فضائل ہیں جن کو تسلیم کیے بغیر ہرگز کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام تشریف لائے ہیں تو ان سب کی دعوت کسی خاص خاندان اور کسی خاص قوم سے مخصوص رہی، حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے تو اپنی دعوت کو صرف اپنی ہی قوم تک محدود رکھا۔ حضرت ہود علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے تو فقط قوم عاد کو خطاب کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تو محض قوم ثمود کی فکر لے کر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے پیغمبر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لئے بھیجے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بس بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کی تلاش اور سراغ میں نکلے تھے۔ جب غیروں نے ان کے روحانی کمالات سے استفادہ کرنے کی اپیل کی تو اس نے جواب میں کہا: "لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔" (انجیل متی، باب:۱۵، آیت:۲۶)

یہی وجہ تھی کہ ان پیغمبروں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی قوم سے باہر نظر نہیں ڈالی، لیکن جب رحمت خداوندی کی وہ عالمگیر گھٹا جو فاران کی چوٹیوں سے اٹھی تھی جس سے انسانیت و شرافت، دیانت و امانت، عدل و انصاف اور تقویٰ و ورع کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں پھر سے سرسبز و شاداب ہو کر لہلہا اٹھیں، وہ قوم و جماعت، ملک و زمین، مشرق و مغرب شمال و جنوب اور بر و بحر کی تمام قیدیوں اور پابندیوں سے بالکل آزاد تھی، وہ بلا امتیاز وطن و ملت، بلا تفریق نسل و خاندان، بدوں تمیز رنگ و خون بغیر لحاظ سیاہ و سپید اور بے اعتبار حسب و نسب تا قیامت پوری نسل انسانی کے لئے رحمت مُہداۃ بن کر نمودار ہوئی اور ربّ ذوالاحسان نے خود آپ ہی کی زبان فیض رساں سے یہ اعلان کر دیا کہ:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (اعراف:۱۹)

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

وہ ابر کرم اٹھا تو فاران کی چوٹیوں سے مگر سب روئے زمین پر پھول برساتا اور مژدہ جانفزا سناتا ہوا چھا گیا اور پوری دھرتی کے چپہ چپہ پر خوب کھلکھلا کر برسا دشت و صحرا نے اُس سے آسودگی حاصل کی۔ بحر و بر اس سے سیراب ہوئے چمنستانوں نے اس سے رونق پائی اور ویرانوں کو اس کی فیض پاشی نے لعل و گوہر سے معمور کر دیا۔ اہل عرب اس سے مستفید ہوئے۔ باشندگان عجم نے اُس سے اکتساب فیض کیا۔ یورپ نے اس کی خوشہ چینی کی اور ایشیا اس کا گرویدہ بنا۔ دُنیا کے تمام گمراہوں کو وادی ضلالت سے نکالنے کی اس نے راہ نمائی کی۔ اور آوارگانِ دشتِ غوایت کی رہبری کی۔ اور نسلِ انسانی کے سب مایوس مریضوں اور ہر قسم کے ناامید بیماروں کو زود اثر تریاق اور نسخۂ شفا بخشا۔

اُتر کر حراء سے سوئے قوم آیا!
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت صرف نسلِ انسانی ہی کے لئے نہیں بلکہ جنات بھی اس امر کے مکلف اور پابند ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کر کے آپ کی شریعت پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نجاتِ اخروی تلاش کریں۔ ثقلین (انس و جن) کا مکلف ہونا نیز جنات کا قرآن کریم کو غور و فکر سے سن کر اس پر ایمان لانا اور پھر جا کر اپنی قوم کو تبلیغ کرنا قرآن مجید میں مصرّح ہے اور عالمین کے مفہوم میں جنات بھی شامل ہیں اور قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو تمام جہانوں کے لئے نذیر بنا کر بھیجا گیا: لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا اور خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"ارسلت الی الاحمر والاسود قال مجاهد الانس والجن." (مستدرک جلد ۲، ص ۴۲۴ قال الحاکم رحمۃ اللہ علیہ و الذهبی رحمۃ اللہ علیہ علیٰ شرطهما)

ترجمہ: "مجھے سرخ اور سیاہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرخ سے انسان اور سیاہ سے جن مراد ہیں۔"

جو مکارم اخلاق آپ کو خالق کونین کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے اور جن کی تکمیل کے لئے آپ کو اس دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ مکلف مخلوق کی فطرت کے جملہ مقتضیات کے عین مطابق تھے اور جن کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ ان کے ذریعہ روحانی مریضوں کو اُن کے بستروں سے اٹھا دیا جائے بلکہ یہ بھی تھا کہ اُٹھنے

والوں کو چلایا جائے اور چلنے والوں کو بسرعت دوڑایا جائے اور دوڑنے والوں کو روحانی کمال اور اخلاق معراج کی غایۃ قصویٰ تک اور سعادت دنیوی ہی نہیں بلکہ سعادت دارین کی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا جائے اور ان کا خوان نعمت فقط مریضوں کے لئے قوت بخش اور صحت افزا نہ ہو بلکہ وہ تمام مکلف مخلوق کی اصل فطری اور روحانی لذیذ غذا بھی ہو اور آپ کے مکارم اخلاق اور اسوہ حسنہ نے وہ تمام ممکن اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ خلق عظیم کی بلند اور دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنا آسان اور سہل ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض و مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ بھی تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ و فی روایۃ مکارم الاخلاق۔“

(قال الشیخ حدیث صحیح۔ السراج المنیر، ج:[illegible]، ص:[illegible])

ترجمہ: ”مجھے تو اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ میں نیک خصلتوں اور مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔“

اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام خاص خاص جماعتوں اور مخصوص قوموں کے لئے مصلح اور پیغمبر تھے، اسی طرح اُن کی روحانیت اور اخلاق آئینے بھی خصوصی صفات اور اصناف کے مظہر تھے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام مجرم اور نافرمان قوم کی نجات کے لئے باوجود قوم کی ایذا رسانی کے سعی تبلیغ کی زندہ یادگار تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اخلاص و قربانی کی مجسم مثال تھے کہ انہوں نے اپنے اکلوتے اور عزیز ترین لخت جگر کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے اپنی طرف سے ذبح کر ہی ڈالا اور اس کے حکم کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمزوری نہ دکھائی، جس کی ایک ادنیٰ اور معمولی سی برائے نام نقل آج بھی ہر صاحب استطاعت مسلمان اُتارتا اور سُنَّةُ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ کی پیروی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ جذابات ہے کہ:

تیری ذبح ذبح عظیم کی ہو مثیل کیوں کر خلوص میں
نہ خلیل کا سا ہے دل ترا نہ ذبیح کا سا گلا ترا

حضرت ایوب علیہ السلام صبر و رضا کے پیکر تھے، مصائب و آلام کے بے پناہ سیلاب بہ گئے مگر وہ مضبوط پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ثابت رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی جرأت حق کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی، کہ فرعون جیسے جابر اور مطلق العنان بادشاہ کے دربار میں ساون کے بادلوں کی طرح گرج اور صاعقہ آسمانی کی طرح کڑک کر تہلکہ ڈال دیتے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی صبر آزما حیات یادگار دہر تھی کہ اپنے ہی بیٹوں کے ہاتھ سے پیارے یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں اذیت اور دکھ اٹھا کر صبر جمیل فرما کر خاموش ہو گئے اور اندر ہی اندر آنسوؤں کے طوفان موجیں مارتے ہوئے ساحل امید سے ٹکراتے رہے اور نا اُمیدی کو قریب نہیں آنے دیا کہ

”نگاہ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں“

حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت مآب زندگی پاکدامن نوجوانوں کے لئے باعث صد افتخار ہے کہ انہوں نے امراۃ عزیز کی تمام مکاریوں اور حیلہ جوئیوں کی استخواں شکن زنجیروں کی ایک ایک کڑی کو معاذ اللہ فرماتے ہوئے پاش پاش کر دیا۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی شاہانہ زندگی ان سب سے نرالی تھی کہ قبائے سلطنت اور عبائے خلافت اوڑھ کر مخلوق خدا کے سامنے ظہور پذیر ہوئے اور اس طریقہ سے عدل و انصاف کے مطابق ان کی خدمت کا عمدہ فریضہ انجام دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام توکل و قناعت، زہد و خود فراموشی کی ایک پوری کائنات تھے کہ زندگی بھر سر چھپانے کے لئے ایک جھونپڑی بھی نہیں بنائی اور فرمایا: ”اے لوگو! یہ کیوں سوچتے ہو کہ کیا کھاؤ گے؟ فضا کی چڑیوں کے لئے کاشتکاری کون کرتا ہے؟ اور اُن کے منہ میں خوراک کون ڈالتا ہے؟ اے لوگو! تمہیں اس کی کیا فکر ہے اور تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ کیا پہنو گے؟ جنگل کی سوسن کو اتنی دیدہ زیب پوشاک اور خوبصورت لباس کون پہناتا ہے؟۔“

یہ تمام بزرگ اور مقدس ہستیاں اپنے اپنے وقت پر تشریف لائیں اور بغیر حضرت مسیح علیہ السلام سب دنیا سے رخصت ہو گئیں لیکن جب قصر نبوت اور ایوان رسالت کی آخری اینٹ کا ظہور ہوا جس کی انتظار میں دہر کہن سال نے ہزاروں برس صرف کر دیئے تھے۔ آسمان کے ستارے اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ اُن کے استقبال کے لئے لیل و نہار بے شمار کروٹیں بدلتے رہے۔ اُن کی آمد سے محل کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے ہی نہیں بلکہ رسم عرب، شان عجم، شوکت روم، فلسفہ یونان اور اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر کر آن واحد میں پیوند زمین ہو گئے، تو پورے کرۂ ارض کے لئے ایک عالمگیر سعادت اور ایک ہمہ گیر رحمت لے کر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقدس روحانیت کے تمام اصناف کی ایک خوشنما کائنات، اخلاق حسنہ کی ایک دلآویز جاذبیت اور رنگ برنگ گل ہائے اخلاق کا ایک پورا چمنستان تھا۔ اُمت مرحومہ کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی دلسوزی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت داؤد علیہ السلام کی مناجات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جرأت، حضرت ہارون علیہ السلام کا تحمل، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش، حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت، زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تقرب الٰہی کے لئے گریہ وزاری اور حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

توکل۔ یہ تمام منتشر اوصاف آپ ﷺ کے وجود مسعود میں سمٹ کر جمع اور یکجا ہو چکے تھے۔ سچ ہے کہ:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ ﷺ کی سیر غرض کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک کی زندگی خاص خاص اوصاف میں نمونہ اور اسوہ تھی۔ مگر سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع زندگی تمام اوصاف واصناف میں ایک جامع زندگی ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت مکمل اور آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ایک کامل ضابطہ حیات اور دستور ہے، اس کے بعد اصولی طور پر کسی اور چیز کی سرے سے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہ جاتی اور نہ کسی اور نظام وقانون کی ضرورت ہی محسوس ہو سکتی ہے۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

اگر آپ بادشاہ اور سربراہ مملکت ہیں تو شاہ عرب اور فرماں روائے عالم کی زندگی آپ کے لئے نمونہ ہے۔
اگر آپ فقیر ومحتاج ہیں تو کملی والے کی زندگی آپ کے لئے اسوہ ہے، جنہوں نے کبھی دقل (ردی قسم کی کھجوریں) بھی پیٹ بھر کر نہ کھائیں۔ اور جن کے چولھے میں بسا اوقات دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔

اگر آپ سپہ سالار اور فاتح ملک ہیں تو بدر و حنین کے سپہ سالار اور فاتح مکہ کی زندگی آپ کے لئے ایک بہترین سبق ہے، جس نے عفو وکرم کے دریا بہادیئے تھے اور لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا خوش آئند اعلان فرما کر تمام مجرموں کو آن واحد میں معافی کا پروانہ دے کر بخش دیا تھا۔

اگر آپ قیدی ہیں تو شعب ابی طالب کے زندانی کی حیات آپ کے لئے درس عبرت ہے، اگر آپ تارک دنیا ہیں تو غار حراء کے گوشہ نشین کی خلوت آپ کے لئے قابل تقلید عمل ہے۔

اگر آپ چرواہے ہیں تو مقام ''اجیاد'' میں آپ کو چند قراریط (ٹکوں) پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے دیکھ کر تسکین قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ معمار ہیں تو مسجد نبوی کے معمار کو دیکھ کر ان کی اقتداء کر کے خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مزدور ہیں تو خندق کے موقع پر اُس بزرگ ہستی کو پھاوڑا لے کر مزدوروں کی صف میں دیکھ کر اور مسجد نبوی کے لئے بھاری بھرکم وزنی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے ہوئے دیکھ کر قلبی راحت حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ مجرد ہیں تو اس پچیس سالہ نوجوان کی پاکدامن اور عفت مآب زندگی کی پیروی کر کے سرور قلب حاصل کر سکتے ہیں جس کو کبھی کسی بدترین دشمن نے بھی داغدار نہیں کیا اور نہ کبھی اس کی جرأت کی ہے۔ اگر آپ عیال دار ہیں تو آپ متعدد ازواج مطہرات کے شوہر کو اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ فرماتے ہوئے سن کر جذبہ اتباع پیدا کر سکتے ہیں۔

اگر آپ یتیم ہیں تو حضرت آمنہ کے لعل کو یتیمانہ زندگی بسر کرتے دیکھ کر آپ کی پیروی اور تأسی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ماں باپ کے اکیلے بیٹے ہیں اور بہنوں اور بھائیوں کے تعاون وتناصر سے محروم ہیں تو حضرت عبداللہ کے اکلوتے بیٹے کو دیکھ کر اشک شوئی کر سکتے ہیں۔

اگر آپ باپ ہیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا، قاسم رضی اللہ عنہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہ (وغیرہ) کے شفیق ومہربان باپ کو ملاحظہ کر کے پدرانہ شفقت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔

اگر آپ تاجر ہیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی کاروبار میں آپ ﷺ کو دیانت دارانہ سعی کرتے ہوئے معائنہ کر سکتے ہیں۔

اگر آپ عابد شب خیز ہیں تو اسوہ حسنہ کے مالک کے متورم قدموں کو دیکھ کر اور افلا اکون عبدا شکورا فرماتے ہوئے آپ کی اطاعت کو ذریعہ تقرب خداوندی اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مسافر ہیں تو خیبر وتبوک وغیرہ کے مسافر کے حالات پڑھ کر طمانیت قلب کا وافر سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

اگر آپ امام اور قاضی ہیں تو مسجد نبوی کے بلند رتبہ امام اور فصل خصومات کے بے باک اور منصف مدنی جج کو بلا امتیاز قریب وبعید اور بغیر تفریق قوی وضعیف فیصلہ صادر فرماتے ہوئے مشاہدہ کر سکتے ہیں اور اگر آپ قوم کے خطیب ہیں تو خطیب اعظم کو منبر پر جلوہ افروز ہو کر بلیغ اور مؤثر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اور غافل قوم کو انی انا نذیر العریان فرما کر بیدار کرتے ہوئے ملاحظہ کر سکتے ہیں، الغرض زندگی کا کوئی قابل قدر اور مستحق توجہ پہلو اور گوشہ ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم اور قابل اقتداء زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ، عمدہ ترین اسوہ اور اعلیٰ ترین معیار نہ بنتی ہو۔

پس اُس وجود قدسی پر لاکھوں بلکہ کروڑوں درود وسلام جس کے وجود مسعود میں ہماری زندگی کے تمام پہلو سمٹ کر آ جاتے ہیں اور ہماری روح کا ایک ایک گوشہ عقیدت واخلاص کے جوش سے معمور ہو جاتا ہے جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے لعل وگوہر کا جو پائیدار خزانہ تمام ارض وسما اور بحر وبر چھان ڈالنے کے بعد بھی کسی قیمت پر جمع نہیں ہو سکتا تھا وہ انمول خزانہ اُمت مرحومہ کو اپنے پیارے نبیؐ کے اسوہ حسنہ، اپنے برگزیدہ رسول کی سنت صحیحہ اور اپنے مقبول رسولؐ کے معدن حدیث کی ایک ہی کان اور معدن سے فراہم ہو گیا ہے اور قرآن کریم کے بعد ہماری تمام بیماریوں کا مداوا حدیث پاک میں علیٰ وجہ الاتم موجود ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ ﷺ برجاں مسلم داشتن

(بشکریہ ماہنامہ سلوک واحسان کراچی، دسمبر ۲۰۱۶ء)

پاک امریکہ تعلقات

جبر و مکر کی ایک داستان

مولانا زاہد الراشدی

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے گزشتہ دنوں بوسنیا کے دورہ کے موقع پر سرائیوو میں ایک گفتگو کے دوران کہا ہے کہ پاکستان چند سالوں سے مسلسل عالمی دباؤ کی زد میں ہے۔ یہ جملہ انہوں نے کس پس منظر میں فرمایا ہے اور اس عالمی دباؤ کا کون سا دائرہ ان کے سامنے ہے، اس کی تفصیلات تک ہم رسائی حاصل نہیں کر سکے۔ البتہ ان کے اس ارشاد سے ہمیں اتفاق ہے کہ پاکستان مسلسل عالمی دباؤ کا شکار ہے، مگر صرف چند سالوں سے نہیں بلکہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی یہ ریاست اپنے قیام کے فوراً بعد ہی عالمی دباؤ کے دائرے میں شامل ہو گئی تھی اور تب سے نہ صرف اس دباؤ میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے بلکہ اس کے دائرے یکے بعد دیگرے بڑھتے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ دائرے رفتہ رفتہ ''ریڈلائنز'' کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان قائم ہوا تو امریکہ اور روس کے درمیان سرد جنگ عروج پر تھی جس میں اس نوزائیدہ ریاست کو اس تیزی کے ساتھ امریکی کیمپ کا حصہ بنایا گیا کہ اس کا بعض حلقوں میں یہ مطلب لیا جانے لگا کہ شاید پاکستان کے قیام کا مقصد ہی یہی تھا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خان اس خارجہ پالیسی کے ماسٹر مائنڈ تھے۔ جبکہ وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان مرحوم کو اس مہارت کے ساتھ اس ''دام ہمرنگ زمین'' میں پھنسایا گیا کہ ان کے تمام تر خلوص و دیانت کے باوجود ایک تلخ سوال ان کی سیاسی بصیرت و فراست کے اس باب کا ہمیشہ کے لیے عنوان بن گیا ہے۔ وہ یہ کہ جب انہیں امریکہ اور روس دونوں کی طرف سے دورے کی دعوت ملی تھی تو انہوں نے یہ دونوں دعوتیں قبول کر کے توازن قائم رکھنے کی بجائے صرف امریکہ کی دعوت قبول کر کے اپنے ملک کو امریکی کیمپ کے ساتھ وابستہ کیوں کر لیا تھا؟

ہم اس وقت سے امریکی کیمپ کا حصہ چلے آ رہے ہیں حتیٰ کہ روس کے خلاف امریکی معاہدوں سیٹو (Seato) اور سنٹو (Sento) کا حصہ رہے ہیں۔ اور ایک مرحلہ میں تو اس حد تک ہم فرنٹ لائن پر آ گئے تھے کہ بڈبیر پشاور کے ایئربیس سے پرواز کرنے والے جاسوس امریکی طیارے کی نشاندہی ہونے پر روسی وزیراعظم خروشیف نے اعلانیہ طور پر کہہ دیا تھا کہ ہم نے بڈبیر کے گرد سرخ دائرہ لگا دیا ہے اور اب وہ ہمارے نشانے پر ہوگا۔ ہم امریکہ اور روس کی اس سرد جنگ میں فریق نہ بننے والے ممالک کی غیر جانبدار تحریک کا رسمی حصہ تو بنے تھے لیکن ہمارا عملی کردار ہمیشہ سے امریکی اتحادی کا رہا ہے اور آج بھی ہم اسی کا حصہ ہیں۔ جبکہ اس دوران پاکستان کی شہ رگ کشمیر کو ایک لاینحل مسئلہ بنانے میں امریکہ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران امریکہ نے باہمی معاہدات کی پاسداری سے کھلا انحراف کیا۔

مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش میں تبدیل ہوتے دیکھ کر امریکہ بہادر ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کی تصویر بنا رہا اور اپنے اتحادی ملک کو تقسیم ہونے سے بچانے کے لیے امریکہ نے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔

جہاد افغانستان میں روسی فوجوں کی افغانستان سے واپسی کے بعد امریکی کیمپ نے اپنے تمام مقاصد حاصل کر لیے مگر افغان مجاہدین اور پاکستان کو ان کی جدوجہد کے منطقی نتائج و فوائد سے محروم کرنے کے لیے ''جینوا معاہدہ'' کے نام سے مکر و فریب کا جو جال بنا وہ بلاشبہ امریکی منافقت کا شاہکار ہے۔

پاکستان کی وہ جہادی قوتیں جن کی قربانیوں سے امریکہ نے افغانستان میں پورا فائدہ اٹھایا، مگر بعد میں انہیں بتدریج دہشت گروپوں میں تبدیل کرنے اور انہیں بدنام کرنے کے لیے جو ساز باز کی گئی وہ بھی وقت کے ساتھ واضح ہوتا جا رہا ہے۔

پاکستان سے ہر طرح کی قربانیاں اور مفاد حاصل کرنے اور بدلے میں اسے تذلیل کے سوا کچھ نہ دینے کے بعد بھی ہم امریکہ کے ''فرنٹ لائن اتحادی'' ہیں اور اس کی ہر سزا بھگت رہے ہیں۔

پاکستان کے بارے میں امریکی پالیسیوں اور طرز عمل کو سمجھنے کے لیے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم کی کتاب ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز'' (آقا نہیں، دوست) کو ایک نظر دیکھ لینا ضروری ہے۔

جبکہ اس حوالہ سے حقائق، انکشافات اور دستاویزات کی ایک وسیع دنیا محققین اور تجزیہ نگاروں کی راہ دیکھ رہی ہے۔ معاملہ صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ امریکہ بہادر اور اس کے اتحادیوں کی ہمیشہ سے یہ کوشش چلی آرہی ہے جو اب شدت اور عروج کی آخری بلندی کو چھوتی دکھائی دینے لگی ہے کہ:

پاکستان اپنے نظریاتی اور اسلامی تشخص سے دستبردار ہو جائے اور دستور و قانون کے ان تمام حصوں پر تنسیخ کی لکیر کھینچ دے جو اسلامی احکام و قوانین سے کسی درجہ کا تعلق رکھتے ہیں۔

پاکستانی قوم اپنے خاندانی نظام اور تہذیبی روایات سے دست کش ہو جائے اور نکاح، طلاق، وراثت، خاندانی ماحول اور باہمی رشتوں کے حوالہ سے مغربی تہذیب و ثقافت کی بالادستی کو قبول کر کے اس کا حصہ بن جائے۔

اسلامی عقائد کے ساتھ بے لچک کمٹمنٹ سے لاتعلق ہو جائے اور تحفظ ناموس رسالت، عقیدۂ ختم نبوت اور مذہبی شعائر کی حرمت و تقدس سمیت تمام مذہبی معاملات کو دستور و قانون کے ماحول سے خارج کر دے۔

ایٹمی قوت کے مقام سے پیچھے ہٹے، اپنی عسکری اور دفاعی صلاحیت و قوت کو آقاؤں کی مقرر کردہ دائروں میں محدود کر دے اور خاص طور پر مسلم ممالک کی عسکری قوت و صلاحیت کے لیے مقرر کی گئی ریڈ لائن کو کراس نہ کرے۔

اقتصادی و معاشرتی ترقی اور خود کفالت کا خواب دیکھنا چھوڑ دے اور ''سی پیک'' سمیت تمام ایسے ترقیاتی پروگراموں پر نظر ثانی کرے جن سے چودھریوں کی چودھراہٹ متاثر ہوتی ہو۔

پاکستان خود کو عالم اسلام کے وسیع تر دائرے کا شعوری و نظریاتی کردار سمجھنا چھوڑ دے، اپنی تمام تر پالیسیوں کو داخلی و علاقائی دائروں میں محصور رکھے اور ملت اسلامیہ کے اجتماعی تصور سے دستبردار ہو جائے۔ یہ وہی کردار ہے جس کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے افغان طالبان کی اسلامی حکومت کو ختم کیا گیا ورنہ ان سے زیادہ شدت پسند حکومتیں دنیا میں قائم رہی ہیں اور اب بھی ہیں جن کے ساتھ یہ رویہ نہیں اختیار کیا گیا۔

یہ وہ چند پہلو ہیں جو پاکستان پر بڑھتے ہوئے عالمی دباؤ کے مختلف دائرے ہیں، اس کی ایک جھلک ایمنسٹی انٹرنیشنل کی حالیہ رپورٹ میں دیکھی جا سکتی ہے جس میں پاکستان کے دستور و قانون کی مختلف شقوں کو قابل اعتراض قرار دے کر ان پر نظر ثانی کے لیے زور دیا گیا ہے۔ جبکہ پاکستان کو اپنے تجارتی دائرے میں شامل کرنے کے لیے یورپی یونین کی عائد کردہ شرائط بھی اس صورتحال کی عکاسی کرتی ہیں اور بین الاقوامی معاہدات کا دباؤ ان سب پر مستزاد ہے۔ ستم کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے کسی مسئلہ پر ان میں سے کسی ملک سے بات کی جائے تو ان کا دوٹوک جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے قومی مفاد کے دائرے میں ہی بات کر سکتے ہیں، ہماری پالیسیاں عوام کے منتخب نمائندے طے کیا کرتے ہیں، ہم اپنے ملک کے دستور و قانون سے باہر نہیں جا سکتے، ہماری تہذیبی اقدار اور قومی روایات ہی ہمارے اصل راہنما ہیں۔ مگر جب پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کی بات ہوتی ہے تو قومی مفاد، منتخب نمائندوں کے فیصلے، دستور و قانون کی بالادستی اور قومی و تہذیبی روایات کی ساری دلیلیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور ایک ہی بات حرف آخر قرار پاتی ہے کہ وہ کرو جو ہم کہہ رہے ہیں ورنہ ہمارے غیظ و غضب اور کارروائیوں کا نشانہ بنتے رہو جس کا عملی مشاہدہ افغانستان اور عراق میں لاکھوں انسانوں کے قتل عام کی صورت میں کیا جا چکا ہے۔

دوسری طرف ہمارا معاملہ یہ ہے کہ اس دباؤ بلکہ جبر اور دھاندلی کا احساس تو پایا جاتا ہے لیکن ہم اس کا سامنا طبقات کی صورت میں الگ الگ کر رہے ہیں۔

عسکری قوتیں اپنے دائرہ کے دباؤ میں اپنی صلاحیت کے تحفظ کی فکر میں ہیں۔

معاشی اور اقتصادی حلقے اس دباؤ میں سے اپنے لیے راستے تلاش کر رہے ہیں، حتیٰ کہ شرعی و دستوری تقاضے کے باوجود سودی نظام سے خاتمہ کی کوئی راہ بھی دکھائی نہیں دے رہی۔

مذہبی اور نظریاتی حلقے اس دباؤ کے مقابلہ میں

ووٹر لسٹوں سے قادیانیوں کا بطور ''مسلم ووٹر'' کے اخراج

پچنند (ضیاء قادری) تحصیل لاوہ کے شہر پچنند میں تقریباً ۲۶ سے زائد قادیانیوں کے ووٹ مسلمانوں کی ووٹر لسٹوں میں بطور مسلمان درج کیے گئے تھے۔ الیکشن کمیشن کی طرف سے نئی کمپیوٹرائزڈ ووٹر لسٹوں کی تیاری کے مرحلے میں پچنند کے مقامی مسلمانوں نے اپنے اپنے بلاک میں موجود قادیانیوں کے ووٹوں کے مسلم فہرستوں میں اندراج پر اعتراضات کیے، جس کے پیش نظر فریقین کو نوٹس جاری کیے گئے۔ مفتی اسد محمود امیر عالمی مجلس ختم نبوت تحصیل لاوہ کی قیادت میں مقامی مسلمانوں نے الیکشن کمیشن آفس چکوال میں دستاویزات اور ثبوت جمع کرائے، جس پر الیکشن کمیشن کی جانب سے تیار کی جانے والی نئی کمپیوٹرائزڈ ووٹر لسٹوں سے موضع پچنند کے قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے تمام مرد و خواتین کو مسلمانوں کی ووٹر لسٹوں سے نکال کر قادیانیوں کی اقلیتی ووٹر لسٹوں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس پر عوام نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

صرف اپنی حد تک مورچہ زن ہیں۔ جبکہ مغربی ثقافت کی ترویج واشاعت میں حصہ لینے والوں کے لیے حوصلہ افزائی اور مراعات لیکن دینی اقدار کے لیے کام کرنے والے گروہوں کے لیے خوف وہراس اور کردار کشی کا ایجنڈا کارفرما ہے۔

سیاسی حلقوں کو سرے سے اس کی کوئی فکر ہی نہیں ہے، انہیں صرف کرسی چاہیے اور لوٹ کھسوٹ کے مواقع میسر ہونے چاہئیں وہ جس راستے سے ملیں اور جس ذریعہ سے آئیں انہیں اس کے علاوہ اور کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔

میرے خیال اور مشاہدہ میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کے بعد سے ہمارے کسی حکمران کا کوئی سیاسی وژن اور ایجنڈا نہیں ہے۔ بھٹو مرحوم اور ضیاء الحق مرحوم کے سیاسی وژن کے بعض پہلوؤں سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور ان کا وژن بظاہر ایک دوسرے سے مختلف دکھائی دیتا ہے، اگرچہ میری رائے میں ایسا نہیں ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ ہمارے یہ دونوں مرحوم لیڈر پاکستان اور عالم اسلام کے لیے ایک واضح ایجنڈا رکھتے تھے جس کے لیے وہ پوری طرح مصروف عمل تھے۔ ان کے بعد اقتدار، کرسی اور لوٹ کھسوٹ کے مواقع کے سوا پاکستان کے سیاسی ماحول میں کسی کا کوئی وژن اور ایجنڈا دکھائی نہیں دے رہا۔

برطانوی نوآبادیاتی دور میں برصغیر کی سینکڑوں ریاستوں نے محدود سی داخلی خودمختاری پر قناعت کرکے باہر اور اوپر کے سارے معاملات برطانوی حکومت کے سپرد کر رکھے تھے۔ مجھے آج کی صورتحال اور ان ریاستوں کی حالت میں اس کے سوا عملی طور پر کوئی فرق دکھائی نہیں دے رہا کہ اس دور میں مسلم ریاستوں کو اپنے داخلی ماحول میں شرعی عدالتوں کے قیام اور شرعی قوانین کے نفاذ کی اجازت حاصل تھی جو کہ اب ہمارے لیے قابل عمل نہیں رہی، اس لیے کہ ہم قانون وتعلیم کے شعبوں میں بھی بیرونی ایجنڈے کے پابند ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس پس منظر میں میاں محمد نواز شریف کے اس ارشاد سے اتفاق کرتے ہوئے ہم یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے خلاف عالمی دباؤ کا وسیع تناظر میں جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اس کا سامنا طبقاتی ماحول نہیں بلکہ قومی ماحول میں کرنا ضروری ہے۔ اگر اس عالمی دباؤ کے متنوع دائروں کے پیچھے ماسٹر مائنڈ اور کنٹرول روم ایک ہے تو اس کا سامنا کرنے کے لیے طبقاتی دائروں سے نکل کر مشترکہ ماسٹر مائنڈ اور کنٹرول روم کا اہتمام بھی وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۳۱ دسمبر ۲۰۱۶ء)

ڈائری حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد۔ صفحات: ۵۵۸۔ قیمت: ۵۵۰۔ ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی۔ تقسیم کار: دارالکتاب، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

ڈائریاں خواہ کسی کی بھی ہوں یا کیسی ہی کیوں نہ ہوں اپنے اندر معلومات اور معارف کا ایک خزانہ سموئے ہوئے اور ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں، پھر اگر وہ ڈائری اپنے وقت کے شیخ طریقت، مرجع خلائق اور مختلف سیاسی ودینی جماعتوں کے سرپرست کی ہو تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں علوم ومعارف کا کیسا خزانہ پنہاں ہوگا!۔ زیر نظر کتاب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۶۲ء سے ۲۰۰۱ء تک کی خودنوشتہ ڈائریوں پر مشتمل ہے۔ ان ڈائریوں میں حضرت نے اپنے روزمرہ معمولات، دینی وسیاسی احوال وشخصیات، اسفار ومقامات اور خاص طور پر اسفار حج کو تاریخ وار رقم فرمایا ہے۔ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم نے ان ڈائریوں کو یکجا کرکے ایک خاص سلیقہ سے مرتب فرما کر شائع کرایا ہے۔ کتاب کے پیش لفظ میں اس کتاب کا تعارف یوں کرایا گیا ہے:

”یہ ڈائریاں جہاں سلوک ومعرفت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے ایک دستور عمل ہیں، وہیں یہ دینی سیاست کے میدان کارزار میں سرگرم کارکنوں کے لیے بھی اپنے اندر ہدایت کا بہت سا سامان رکھتی ہیں۔ حجاز مقدس کی طرف جانے والے مسافروں کے لیے یہ ادب اور عشق کا پیغام ہیں تو عام لوگوں کے لیے ان ڈائریوں کا درس ہے کہ وقت کی قدروقیمت کو کیسے پہچانا جاسکتا ہے اور توازن واعتدال کے ساتھ زندگی کیسے بسر کی جاسکتی ہے!۔ ان ڈائریوں سے مسافروں کو یہ سبق ملتا ہے کہ سفر کی صعوبتوں اور تکالیف کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے، اپنے ہمسفر ساتھیوں کا خیال کیسے رکھا جاسکتا ہے اور اپنے معمولات پر کیسے ثابت قدم رہا جاسکتا ہے۔“

کتاب کا ٹائٹل جاذب نظر، جلد بندی مضبوط وعمدہ اور کاغذ متوسط ہے۔

تصوف وسلوک اور تاریخ سے شغف رکھنے والوں کے لیے خاص طور پر یہ ڈائریاں نعمت غیر مترقبہ اور قارئین کے لیے ذریعۂ ہدایت واسوۂ حسنہ ہیں، عمل کی نیت سے پڑھنے والوں کی زندگی کے لیے لائحہ عمل ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، آپ کی اس کتاب کو مرتبین کے لیے ذخیرۂ آخرت اور قارئین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے، آمین۔

اولاد: قدرت کا انمول تحفہ

(آخری قسط)

مفتی محمد نعیم، جامعہ بنوریہ سائٹ

جب بچہ/بچی سات سال کے ہوجائیں:

جب بچہ/بچی سات سال کے ہوجائیں تو انہیں دینی تعلیم بھی دلوائیں اور عصری فنون بھی پڑھوائیں (دینی علوم کے حصول کے لئے مدرسے میں عصری، فنون کے حصول کے لئے اسکولز میں داخلہ دلوائیں، اب تو دینی علوم اور عصری فنون کا حسین امتزاج اقرأ نامی تعلیمی اداروں میں یکساں شرح سے ہوچکا ہے جس میں کمپیوٹر تعلیم بھی شامل ہے) علم وہ ہے جس سے اپنے پیدا کرنے والے، پالنے والے، ہر حال میں حفاظت کرنے والے، ہر ضرورت کے پورا کرتے رہنے کی طاقت وقدرت رکھنے والے کی پہچان ہو، تعلق اور رابطہ قائم ہو اور برقرار رہے۔ فن وہ ہے جس سے پیسہ کمانے اور مال بنانے کی صلاحیت حاصل ہو، دونوں کی بیک وقت ضرورت ہے اور دونوں ایک وقت میں حاصل ہونے میں ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ بھی نہیں ہیں (واضح رہے کہ فنون روزی کمانا تو سکھاسکتے ہیں، سلیقے سے زندگی بسر کرنا نہیں سکھاسکتے جبکہ صرف کمانا ہی انسانی زندگی نہیں ہے، انسانی زندگی کی علامات تو اس سے ہٹ کر ہیں جو علوم سے ہی جانی اور پہچانی جاسکتی ہیں)۔

دینی علوم کی ابتدأ قرآن مجید کے الفاظ سیکھنے سے کرائیں اور اس طریقے (تجوید) سے سکھائیں جس طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھ کے سکھلائے۔ قرآن مجید ہمارے خالق و مالک، رازق کا اپنا کلام ہے جو خود اس نے پڑھ کر جبرئیل امین علیہ السلام کو سنایا، جبرئیل امین علیہ السلام نے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر ان کے سامنے پڑھا، جبرئیل امین علیہ السلام سے سن کر صحابہ کو نہ صرف سنایا بلکہ پڑھنا سکھلایا ان کا پڑھا ہوا خود سنا۔ پڑھنے، پڑھانے، سننے، سنانے، سیکھنے سکھانے کا یہ سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے کبھی رکا نہیں بغیر کسی رکاوٹ کے آج بھی جاری ہے اور قیامت تک اس دنیا میں برقرار رہے گا۔ یہ سلسلہ دنیا میں بیک وقت چاہے کتنے ہی مقامات پر کیوں نہ قائم و جاری ہو عین اسی وقت اللہ جل شانہ اپنی شان کے مطابق تمام جگہوں کے اس عمل کو نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ سن بھی رہے ہیں (کیا ہمارا دل نہیں چاہتا کہ ہمارا پالنہار جس سے تمام اندھیریاں روشن ہوجایا کرتی ہیں اپنے کلام کو ہماری زبانوں سے سن لے؟ تو کیا آج آپ نے تلاوت کرلی؟) آخرت میں یہی کلام تمام جنتی خود اللہ رب العزت سے سنا کریں گے، اللہ کی قسم کیا خوب مزا آئے گا، کیا وجد آفریں ماحول ہوگا، کتنا روح پرور منظر ہوگا تو آئیے! اس جماعت کا ایک فرد ہم بھی بن جائیں اگر اب تک خود ہم نے قرآن پڑھنا نہیں سیکھا تو آج سے ہی شروع کردیں خود جانتے ہیں تو اولاد کو اس نعمت سے محروم نہ رکھیں اور کیا ہی خوب ہو کہ اپنی اولاد کو حافظ قرآن بنائیں اس سے پتہ ہے کیا ہوگا؟ اس حافظ قرآن اور اس کے والدین کے اعزاز میں ایک پروقار، مسرت آمیز، روح پرور، وجد آفرین تقریب ہوگی جس میں دنیا میں آنے والے پہلے انسان سے لے کر قیامت تک کے آخری انسان تک کے لوگ جمع ہوں گے اس پورے مجمع کے سامنے حافظ قرآن سے کہا جائے گا جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا پڑھنا شروع کر، تیری آخری منزل وہ ہے جب تو آخری آیت پر پہنچے جب حافظ قرآن پڑھنا شروع کرے گا تو ہر ہر آیت کی تکمیل پر حافظ قرآن اور اس کے والدین کے درجات بلند ہوتے رہیں گے اور یہ نظارہ انسان و جنات کا پورا عالم ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہوگا، کیا اس سے بہتر، اس سے برتر، اس سے بھرپور مخلوقات کی طرف سے باہمی طور پر مل کر بھی کسی تقریب کا تصور کیا جاسکتا ہے؟

ہمارے دور میں امت مسلمہ ناظرہ (دیکھ کر) پڑھنا سکھلانے پر ہی اکتفا کرتی ہے اس کے بعد روزانہ تلاوت کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے دیکھ کر پڑھ سکنے میں بھی دقت ہوتی ہے، لہٰذا تجرباتی رائے یہ ہے کہ بچوں کو صرف ناظرہ کے بجائے اس کے ساتھ ساتھ حفظ بھی کرایا جایا کرے، ان شاء اللہ! زندگی میں کم از کم دیکھ کر تو تلاوت کرسکیں گے۔ حفظ اگر یاد بھی نہ رہے تو زندگی میں کوئی ایسا ٹرننگ پوائنٹ آسکتا ہے کہ قرآن کی محبت انہیں از خود یاد کرنے پر ابھارے اور پہلی مرتبہ کے مقابلے میں دوسری مرتبہ حفظ کرنا نسبتاً قدرے آسان ہوا کرتا ہے، سارا سال نہ پڑھنے والے اکثر حفاظ کو اس کا تجربہ بھی ہوگا وہ شعبان کے مہینے میں یاد کرکے رمضان میں تراویح میں سنادیا

کرتے ہیں۔

دینی اعمال پرڈالنے کی ابتدا نماز سے کیجئے اگر آپ نماز کی پابند ہوں گی تو بچہ/ بچی خود بھی گھر کے افراد کو اذان کے اوقات میں سر ڈھانپنے کی یاد دہانی کرائیں گے آپ کو وضو کرتا دیکھ کر آپ جائے نماز لاکر بچھا کردیں گے خود بھی نماز کے اعمال کی نقل کرکے بتلائیں گے، لہٰذا انہیں نماز پڑھنے کا طریقہ اپنے عمل کے ذریعے ان کے ذہنوں میں بٹھائیں، نماز میں پڑھنے کی چیزیں زبانی یاد کرائیں اور جب سات سال کی عمر کے ہوجائیں تو انہیں نماز کے اوقات میں نماز پڑھنے کی عادت ڈلوائیں، دس سال تک کی عمر تک ایسی نگرانی کریں کہ کبھی کبھی کوتاہی پر پیار محبت سے سمجھاتی رہیں، دس سال کی عمر ہونے کے بعد نگرانی میں ان کی جسمانی طاقت کی رعایت رکھتے ہوئے کوتاہی دور کرانے کی غرض سے قدرے سختی پیدا کریں جس میں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ہلکی پھلکی مار بھی شامل ہے (یعنی اب تک تو ماں کی ممتا سے کام چلایا جارہا تھا، اب اس کے ساتھ ساتھ باپ کا پیار بھی شامل کیا جاتا رہے، لیکن ماں کی ممتا میں کوئی کمی نہ آئے)۔

دینی تعلیم کتنی حاصل کرنا کرانا لازمی اور ضروری ہے:

جہاں تک دینی تعلیم کا تعلق ہے، ہمارے اس دور میں دینی مدارس کے ذریعے درس نظامی کا آٹھ، دس سالہ نصاب پڑھایا جاتا ہے جس کی تکمیل پر عالم ہونے کی سند دی جاتی ہے، اس نصاب کا مکمل کیا جانا ہمارے دور میں فرض کفایہ کی حیثیت رکھتا ہے اگر اس نصاب کی تکمیل کا سلسلہ مکمل طور پر خدانخواستہ ختم ہو جائے یا ختم کردیا جائے تو فرض کفایہ کی صورت باقی رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی قابل قبول نعم البدل لانا ہوگا ورنہ آسمانی علوم کے بقا کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی اور امت مسلمہ گناہگار ٹھہرے گی البتہ ہر ہر شخص کو چوبیس گھنٹوں پر مشتمل ہر ہر دن میں جتنی، جیسی ضروریات نجی زندگی، گھریلو زندگی، معاشرتی زندگی، معاشی زندگی، تعلیمی زندگی، سفر زندگی، معاملاتی زندگی میں پیش آئیں ان کا مذہبی علم ہونا چاہئے اور یہ علم صرف ذاتی مطالعے سے حاصل نہیں ہوسکے گا، اس لئے ایسے تعلیمی اداروں سے رابطے رکھنا ہوں گے جہاں اساتذہ کے ذریعے مذہب کے مطابق الفاظ پڑھائے جاتے ہیں، معنی سکھائے جاتے ہیں اور مراد ذہن نشین کرائی جاتی ہیں۔

جب بچہ/ بچی بالغ ہوکر جوان پندرہ سال کے ہوجائیں:

جب بچے کی عمر پندرہ سال تک پہنچتی ہے تو قدرتی طور پر کچھ ایسے عوامل نمایاں ہونے شروع ہوجاتے ہیں جو اس کے ذہن کا رُخ ایک نئی زندگی کی طرف پھیرنا شروع کردیتے ہیں۔ بچی کے اندر تو یہ عوامل نو سال کی عمر سے ہی اپنے کام کا آغاز کردیتے ہیں، لہٰذا والدین کے لئے یہی وقت ہوتا ہے کہ بچوں کی اس زندگی کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا شروع کریں اور کوشش کریں کہ اس سنہرے دور کا کوئی سال ان کا ضائع نہ ہو (آپ کے بڑھاپے میں آپ کے بچے جوان ہوکر آپ کا بڑھاپا سہل بنا رہے ہیں تو ذرا سوچیں اگر آپ کی اولاد کو ان کے بڑھاپے میں اولاد ملی تو ان کا بڑھاپا دشوار ترین نہیں بن جائے گا؟ ایک طرف بچے مدد کے محتاج دوسری طرف والدین مدد کے محتاج) اس لئے بچوں کے جذبات کا گلا نہ دبائیں۔ معاشرتی رسم ورواج کو ان کی راہ کی رکاوٹ نہ بننے دیں۔ اپنے بچوں کی شادیاں کراکے ان کی دعائیں لیں، انہیں وقت پر بھرپور انجوائمنٹ کا موقع فراہم کریں، اس لئے کہ اس عمر تک پہنچتے ہی شادی ایسی ضروری ہوجاتی ہے جیسے سانس لینا (شریعت نے تو نکاح کو دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی زیادہ آسان بنایا ہے، گھر بیٹھے دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے دو بول بولتے ہی اس زندگی کا آغاز ہوجاتا ہے)۔

اگر خدانخواستہ بچہ/ بچی آپ کی حیاتی میں داغ مفارقت دے جائے:

مخلوق کے ہر ہر فرد کا اس دنیا میں پیدائش اور موت کا فیصلہ خالق کائنات کا اپنا ہے، اس فیصلے میں کسی بھی مخلوق کا لمحے بھر کے لئے ذرہ برابر بھی

آرٹیکل ۲۹۵-سی میں کسی قسم کی ترمیم حکومت کی جانب سے خودکشی کے مترادف ہوگی

ہر قیمت پر ناموسِ رسالت کے قانون کا دفاع کریں گے: ایس وائے پی

ایک مقامی ہوٹل میں طلبا کے نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے صدر شہیر سیالوی نے کہا کہ ہم ہر قیمت پر آرٹیکل ۲۹۵-سی کی حفاظت کریں گے۔ اسٹیٹ یوتھ پارلیمنٹ آف پاکستان کی جانب سے ناموسِ رسالت کے قانون کی حمایت میں پالیسی بیان جاری کیا گیا۔ تنظیم کی سوشل میڈیا ٹیم کی جانب سے سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر بھی اس سلسلے میں بھرپور مہم چلائی جارہی ہے۔ شہیر سیالوی کا کہنا تھا کہ پاکستان میں تحفظِ ناموسِ رسالت اور تحفظِ ختم نبوت کے مشن کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس سلسلے میں تمام مسالک کو مل کر کام کرنا چاہئے۔ شہیر سیالوی (صدر سٹیٹ یوتھ پارلیمنٹ)

کوئی دخل نہیں ہے۔ جس طرح پیدائش کی تمام کوششیں اس کے فیصلے کے سامنے بے نتیجہ رہتی ہیں، اسی طرح موت کو ٹالنے کی تمام کاوشیں اس کے فیصلے کے سامنے دم توڑ دیتی ہیں۔ اس فیصلے کا علم بھی اس کے نافذ اور روبعمل ہوجانے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ موت کا یہ فیصلہ نہ کسی ترتیب کا پابند ہے، نہ کسی عمر کا، نہ کسی علاقے اور جگہ کا پابند ہے، نہ کسی وقت اور زمانے کا۔

مالک الملک اور مختار کل کی طرف سے پیدائش کے ذریعے والدین کو یہ انمول تحفہ بطور امانت دیا جاتا ہے اور موت کے ذریعے اس امانت کو واپس لے لیا جاتا ہے (اس انمول تحفے کو وصول کرنے والا وصول کرکے شکر ادا کرتا ہے اور واپس کردینے والا امانت لوٹا کر صبر کرتا ہے)۔

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رب العالمین جل مجدہ نے یہ تحفے عنایت فرمائے اور آپ کی دنیوی حیات مبارکہ میں ہی ایک فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر بقیہ تمام امانتیں واپس لے لیں۔ لہٰذا اگر جب بھی کسی بھی والدین کو یہ مرحلہ پیش آئے تو وہ صبر سے کام لیں، آنکھوں سے آنسو بہنا فطری محبت کا آئینہ دار ہے، جس کی اجازت ہے۔ چیخنا، چلانا، گریباں پھاڑنا، منہ نوچنا، سینہ پیٹنا، ہائے واویلا مچانا قدرت سے شکوہ کرنے کے برابر ہے، جس کی ممانعت ہے۔ لہٰذا صبر کیجئے! دینے والا نعم البدل دینے پر قادر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی کے بچے/بچی کا انتقال ہوجائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچے کی روح نکال لی؟ وہ عرض کرتے ہیں: نکال لی، پھر ارشاد ہوتا ہے: اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں: بے شک لے لیا، ارشاد ہوتا ہے پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا: فرشتے عرض کرتے ہیں، آپ کی حمد (تعریف) کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اس کے بدلے میں جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو۔

☆☆..............☆☆

ہماری مشکلات اور خرابیوں کا اصل علاج

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

میرے نزدیک اولین اور اہم کام خود مسلمانوں میں شرعی، عائلی قانون پر عمل کرنے کی دعوت وتبلیغ ہے، جس کے اہم اور مرکزی اجزا حقوق الزوجین، اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبوی کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنا، شفقت ومحبت اور قرآنی الفاظ میں: "وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ" کے اصول پر ایسی ازدواجی وعائلی زندگی گزارنا جس میں محبت ومودت اور رحمت کا عنصر غالب ہو۔ صلہ رحمی، ترکہ کی شرعی تقسیم، طلاق کے حق کا نہ صرف شرعی بلکہ مسنون طریقہ پر استعمال ہو اور: "واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام"... اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو، جس کے واسطہ سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابتوں کے باب میں بھی تقویٰ اختیار کرو... کی اس ہدایت قرآنی پر عمل جو تمام انسانی، اسلامی واخلاقی پہلوؤں اور گوشوں پر حاوی ہے، اس کے لئے ایک طوفانی مہم چلانے کی ضرورت ہے جس کے اثر سے شہر تو شہر کوئی قصبہ اور گاؤں اور مسلمانوں کا کوئی محلہ اور خاندان بھی بے خبر اور بے اثر نہ رہے، اس کے لئے مساجد کے منبر ومحراب، مجالس وعظ، اسلامی اجتماعات وتقریبات، اخبارات ورسائل اور ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع پوری سرگرمی سے استعمال ہونے چاہئیں۔ میرے نزدیک یہ بنیادی کام ہے اور ان میں ان مشکلات اور خرابیوں کا اصل علاج ہے، جنہوں نے اس وقت نازک مسئلہ کی صورت اختیار کرلی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: "ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم" (الانفال)... اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا... میں نے کلکتہ کے آخری اجلاس میں جس میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ پانچ لاکھ کیا گیا ہے، صفائی سے اس معاملہ میں مسلمانوں کا احتساب کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اپنے گھروں کا جائزہ لیں کہ وہ اس شرعی قانون وتعلیم (جو دین کا ایک مستقل اور اہم شعبہ ہے) پر کس قدر عمل کرتے ہیں؟

دوسری ضرورت یہ ہے کہ مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ اور ملک کے دانشور اور حقیقت پسند غیر مسلموں کو اسلام کے عائلی نظام کی برتری، اس کے منصفانہ، عقل سلیم اور فطرت انسانی کے مطابق ہونے کو (جو خدائے حکیم ودانا، رؤف و رحیم اور خالق کائنات اور مربی نوع انسانی کا بنایا ہوا ہے) علمی انداز، ناقابل تردید دلائل اور مذاہب اور عائلی قوانین اور نظاموں کے تقابلی مطالعہ کے ساتھ انگریزی، اردو، ہندی اور علاقائی زبانوں میں پیش کیا جائے۔

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مولانا شمس الحق ندوی

کہا یہ جاتا ہے کہ موجودہ حالات ناگفتہ بہ حد تک خراب ہیں اور مردان کار نایاب، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ: ''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ''یعنی بہترین لوگ وہ ہیں جو ہمارے زمانہ میں ہیں، ان کے بعد وہ ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے، جس کا حاصل یہ ہے نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن کے ذریعہ پوری بنی نوع انسانی کے لئے ایک مکمل نظام زندگی اور دستور حیات مل چکا اور وہ برسہا برس عملی شکل میں جگمگاتا رہا کہ آنے والی نسلوں کے لئے حجت تمام ہوجائے اور روشنی کا مینار حق کے متلاشیوں کے لئے قائم رہے، عملی زوال شروع ہوگا اور ہوا۔

لیکن اسی کے ساتھ ہر عہد و زمانہ میں دنیا کے اسٹیج پر اللہ تعالیٰ ایسی شخصیتیں پیدا فرماتا رہا جو تعلیمات نبوت کی قندیل فروزاں کی لو مدہم نہ ہونے دیں، وہ اپنے اخلاص و مجاہدہ غیر متزلزل عزم و حوصلہ سے اس کی پاسبانی کرتے رہیں اور انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے چھتیس سالہ دور کے بعد بھی اسلام کا ستارہ پوری آب و تاب کے ساتھ دمکتا رہا، ایسی مخلص، مجاہد اور عزم و حوصلہ سے مالا مال شخصیتیں وجود میں آتی رہیں جو امت کی راہنمائی اور اسلامی اطوار و عادات، اخلاص و اخلاق اور انسانیت سے پیار و محبت کا درس دیتی رہیں، نرمی کے موقع پر نرمی سے اور گرمی کے موقع پر گرمی سے کام لیا، انہوں نے فکر ارجمند اور دل دردمند کے ساتھ پورے خلوص کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا اور اسلام کی شمع فروزاں کی لو مدہم ہونے سے بچاتے رہے اور اس کو بجھانے کے لئے جو طوفان اٹھتے رہے، وہ ان کا مقابلہ کرتے رہے، بقول شاعر:

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیا ہے انداز خسروانہ

حالات کا تقاضا ہے کہ ہم مایوسی و کم ہمتی کا شکار ہونے کے بجائے خود اپنی ہمتیں بلند کریں، اپنے اندر خلوص نیت، عزم و حوصلہ پیدا کریں توفیق دینے والے سے توفیق مانگیں اور قدم بڑھائیں، وہ ہمارے اندر بھی وہ جوہر پیدا فرمادے گا جس کے کھوجانے پر ہم یاس و حسرت کا شکار ہوجاتے ہیں۔

امت میں صلاحیت اب بھی موجود ہے، لیکن ضرورت ان مردان کار کی ہے جو اس کی صلاحیتوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے خلوص و ایثار اور جذبۂ قربانی کے ساتھ میدان میں آئیں اور آہ سحرگاہی کی سوغات لے کر شل مے جام بھریں تو جس طرح سے چودہ سو سال سے اسلام کی نمائندگی بلکہ اس کے ذریعہ انسانیت کی چارہ سازی کا کام ہوتا رہا ہے، اب بھی ہوتا رہے گا۔

''مگر شرط اول آں باشد کہ تو مجنوں باشی''

یعنی اپنی تمام تر توانائیوں کو داؤں پر لگادیا جائے تو امت میں بیداری پیدا ہوگی۔ اقبالؒ کی زبان میں:

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

امت اب بھی صلاحیتوں سے بھرپور اور مالا مال ہے، لیکن اس کی صلاحیتوں پر گردش ایام نے گرد و غبار ڈال دیئے ہیں جب ہم پورے خلوص کے ساتھ اپنی ہوا پرستی، نفس پرستی اور حب جاہ مال سے بے نیاز ہوکر امت کو بیدار کرنے کا کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے تن مردہ میں بھی جان ڈال دے گا اور ہم ان شخصیتوں جیسے کارنامے انجام دے سکیں گے جن کے کارنامے دین و ملت کی تقویت کا باعث بنے:

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اس وقت نہ عالموں کی کمی ہے، نہ مفکروں اور نہ مصنفوں کی کمی ہے بلکہ اہل درد کی کمی ہے، ان لوگوں کی کمی ہے جن کے دلوں پر واقعی ایسی چوٹ ہو جیسی حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے لوگوں کے دلوں پر تھی، ویسی چوٹ ہو جیسی شیخ حسن البناء شہیدؒ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں پر تھی، ویسی چوٹ ہو جیسی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا سید محمد علی مونگیری اور ان کے پیچھے چلنے والے لوگوں کے دلوں پر تھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں اور وہ اپنا رول ادا کرکے آخرت کا رخت سفر باندھتی رہی ہیں، یہ تو سنت اللہ ہے، اب ہم پیچھے رہ

گئے ہیں اس لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے:

"ومنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلاً" (الاحزاب:۲۳)

ترجمہ: "تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہوگئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کررہے ہیں۔"

پیچھے رہ جانے والوں کا تعلق "من ینتظر" سے ہے، اب انہیں یہ جائزہ لینا اور فکر کرنا ہے کہ وہ اس بارے کس طرح عہدہ برآ ہوسکتے ہیں؟ حالات کے دھارے میں بہہ کر یا جانے والوں کے نقش قدم پر چل کر، حالات سے گھبرا کر مایوس و پست ہمت ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سوز کی ضرورت ہے جس سوز میں ہمارے اسلاف کی زندگی گزری، اس وقت اس سوز کی کمی ہے ساز کی کمی نہیں اور ہم زیادہ تر ساز کا مظاہرہ دیکھتے ہیں اور ہر جگہ ساز ہی ساز ہے اور اب تو بہت جگہ مادیت اور کفر سے بھی ساز باز کرلیا گیا ہے اور اب ساز سے معاملہ ساز باز تک پہنچ گیا ہے، اس وقت ساز سے زیادہ سوز اور صورت سے زیادہ حقیقت اور بے چینی کی ضرورت ہے۔

یہ وہی حقیقت ہے جس کا خطرہ ابلیس نے اپنی مجلس شوریٰ میں ظاہر کیا تھا:

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کے خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحرگاہی سے جو ظالم وضو

ہم اگر اخلاص ومجاہدہ اور عزم وہمت سے کام لیں اور اپنے پیشروؤں کے نقش قدم پر چلیں تو کوئی وجہ نہیں کہ خالق کائنات کا دست قدرت ہماری دستگیری نہ فرمائے، اسلامی تاریخ میں ایسے متعدد نازک موڑ آئے ہیں جہاں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ انسانیت کو روشنی دکھانے والی اسلام کی شمع فروزاں اب بجھی اور تب بجھی، لیکن انہیں نازک حالات اور مایوس کن طوفانوں کے گرد و غبار سے کوئی ایسا شہسوار نمودار ہوا ہے جس نے ہواؤں کے رخ کو موڑ دیا ہے، حالات سے پنجہ آزمائی کی ہے اور اس کی کلائی کو موڑا ہی نہیں بلکہ توڑ دیا ہے اور یہ اس وقت ہوا ہے جب دل درد مند اور فکر ارجمند کے ہتھیار سے لیس ہوکر اور تمام مادی نفع و ضرر سے منہ موڑ کر کام کیا گیا جیسا کہ ہمارے علماء ربانی کے چھوڑے ہوئے نقوش سے ہم کو سبق ملا ہے اور برابر ملتا رہا ہے۔

اس امت کی قیادت وسیادت اور اس کا مقام بلند اس کو ان عارضی منافع اور مادی فوائد سے بہت دور رکھتا ہے جو انسانیت کی رہبری اور راہنمائی میں رکاوٹ بنیں، اس کی پرواز ان وقتی اور عارضی فوائد سے بہت بلند ہے جن کے پیچھے عصر حاضر کا انسان دیوانہ ہورہا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بندۂ مومن کے اسی مقام بلند کو یاد دلاتے ہوئے کہا ہے:

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

(بشکریہ پندرہ روزہ "تعمیر حیات" لکھنؤ ۱۰، ۲۵ نومبر ۲۰۱۶ء)

☆☆..............☆☆

شریعت کے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں

اللہ تعالیٰ نے بیوی پر شوہر کے حقوق عائد کئے ہیں اور شوہر پر بیوی کے حقوق عائد کئے ہیں، ان حقوق کی ادائیگی نہ کرنے سے جو مشکلات اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کی ذمہ داری شریعت پر نہیں ہے، وہ خود کوتاہی کرنے والوں کی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا شریعت کے احکام میں کسی تغیر کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا کوئی جواز ہے، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ شریعت کا حکم معلوم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، شریعت اسلامی پروردگار عالم کی طرف سے ہے اور وہ پوری طرح محکم اور ضرورت و مصلحت انسانی کے عین مطابق ہے۔

طلاق کے سلسلہ میں جو باتیں کچھ دنوں سے کہی جانے لگی ہیں وہ شریعت کی راہنمائی کو نہ جاننے یا اس کو نظر انداز کردینے کی بنا پر کہی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد میں ان کے اندرون اور بیرون کے لحاظ سے جو فرق رکھا ہے، اس فرق کے لحاظ سے احکام میں بھی فرق رکھا ہے، دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ فطری ہے، اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

شریعت کے معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم کرکے اسی کے مطابق عمل کرنا ہی مسلمان پر فرض ہے، تمدن، ترقی یا سماج میں پھیلے ہوئے رسوم ورواج کی بنیاد پر شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کو بدلا نہیں جاسکتا اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا مقصد شریعت کا تحفظ ہے نہ کہ اس میں کسی تغیر یا تبدیلی کا مسئلہ، اس لئے شریعت کے احکام کے سلسلہ میں بورڈ سے کسی نئی بات کا تقاضا کرنا کسی کے لئے مناسب نہیں ہے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام ”معتمد اور غیر معتمد تفاسیر“ رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ”ختم نبوت“ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

(۸) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

(۳) اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے مفسرین نے بہت سی لغو باتیں اور جھوٹی روایتیں اور یہودیوں اور مجوسیوں کی حکایتیں اپنی تفسیروں میں بھر دی ہیں۔

بعض نے اپنی تفسیروں میں واعظین کے لیے دلچسپ اور عجیب وغریب اور حمقاء کے خوش کرنے کے لیے دور از عقل وقیاس مضامین، جو یہودیوں کے ہاں مروج تھے، جمع کر دیے ہیں۔

(۴) تفسیروں اور سیر کی کتابوں میں خواہ وہ تفسیر ابن جریر ہو یا تفسیر کبیر وغیرہ اور خواہ وہ سیرۃ ابن اسحاق ہو خواہ سیرت ابن ہشام اور خواہ وہ روضۃ الاحباب ہو یا مدارج النبوۃ وغیرہ ان میں تو اکثر ایسی لغوی اور نامعتبر روایتیں اور قصے مندرج ہیں جن کا نہ بیان کرنا ان کے بیان کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت امام محی الدین ابن عربی..... کی تفسیر ایسی رکیک تاویلوں سے بھری ہے جس کے لیے کوئی قانون ہی نہیں۔

غرض کہ ایسی تفسیریں اور علی الخصوص وہ جو واعظین کے فائدہ کے لیے لکھی گئی ہیں اور جن میں خیالی اور بے ہودہ قصے انبیاء علیہم السلام کے بھرے ہوئے ہیں اور ملائک اور بہشت اور دوزخ اور ان کے اوصاف وخواص کے بیان کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کتب سیر سے خلاف قیاس بیانات کو پیش کرتے ہیں سراسر غیر معتبر روایات سے مملو ہیں۔

”ابن اسحاق“ ابن ہشام طبقات کبیر المشہور بہ واقدی، سیرت ہشامی، ابوالفداء، مسعودی، مواہب لدنیہ۔

ان کے سوا عربی اور فارسی زبان میں اور بھی کتابیں ہیں جو ان ہی سے بنائی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں سے پہلی چار کتابیں بہت قدیم ہیں اور باقی بہت پچھلی۔ یہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اور صحیح وموضوع حدیثوں کا مخلط مجموعہ ہے جس میں صحیح اور غلط، مشتبہ اور درست اور جھوٹی اور سچی کا کچھ امتیاز نہیں اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں ان میں اس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہے۔

میرے نزدیک سیرت ہشامی اور ابن اسحاق وغیرہ سب واہیات اور الف لیلہ اور مہابھارت کے برابر ہیں۔ بلاشبہ میں ان کتابوں کو نہایت غیر معتبر جانتا ہوں۔ ہزاروں روایتیں غلط اور بے سند ان میں مندرج ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بھی تمام تصانیف ان ہی نامعتمد کتابوں پر مبنی ہیں۔ واقدی، ہشامی، مولود نامہ، معراج نامہ..... میں بجز بے ہودہ باتوں کے اور کچھ نہیں ہے۔

واقدی کچھ بڑا معتبر شخص نہیں ہے۔ وہ تو حاطب اللیل یعنی اندھیری رات میں لکڑیاں چننے والا ہے۔ اس کی غلط روایتوں اور جھوٹے قصہ اور کہانیوں اور بے سند باتوں سے تمام علماء نے اس کو نامعتبر ٹھہرایا ہے۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی..... کی کتابیں موجود ہیں جو کچھ بھی قدر وقیمت کے لائق نہیں، بجز اس کے کہ جو افواہ اس نے سنا اور جو آواز چڑیا کی خواہ کوے کی اس کے کان میں آئی وہ اس نے لکھ دی، کوئی طریقہ تحقیق کا اور کوئی راستہ تنقیح کا اس نے اختیار نہیں کیا۔

غرض کہ اب فن سیر کی تمام کتابیں، کیا قدیم کیا جدید، مثل ایسے غلہ کے انبار کے ہیں جس میں کنکر، پتھر، کوڑا کرکٹ کچھ چنا نہیں گیا اور ان میں تمام صحیح وموضوع، جھوٹی اور سچی، سند اور بے سند، ضعیف وقوی، مشکوک ومشتبہ روایتیں مخلوط اور گڈمڈ ہیں۔

وہ (روایتیں) الف لیلہ وقصہ حاتم طائی سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں، اس لیے کہ اپنے ثبوت کے لیے بالکل محتاج دوسری سند یا دلیل یا کسی اور وجہ قابل اعتماد کی ہیں۔ پس اگر وہ روایتیں اور کتابیں ہمارے مذہب کی بنیاد قرار پائیں اور ان پر مسائل مذہب کا مدار ٹھہرے تو مسلمانی مذہب تو لونڈوں کا کھیل اور دیو پری کا قصہ ہو جائے گا۔ (نعوذباللہ منھا)

اگر ان کتابوں کو ہم استنباط مسائل مذہبی میں دخل دیں تو ہم صاف صاف ہندوؤں کے مقلد ہوں گے جنہوں نے مہابھارت کو اپنے ہاں کتب مقدسہ میں داخل کرلیا ہے۔

مسلمان مؤرخوں نے جو کتابیں اسلام کی تاریخ کی لکھی ہیں، خواہ وہ سنی عالموں کی لکھی ہوئی ہوں یا شیعہ عالموں کی، لغویات ومہملات اور جھوٹے قصوں اور موضوع روایتوں سے بھری ہوئی ہیں اور غلو مذہبی نے اور اختلاف مذہبی نے ان کو زیادہ تر بدنما اور درجہ اعتبار سے ساقط کر دیا ہے بلکہ اصلی واقعات کو ایسا خراب کیا کہ ان کی اصلی حالت دریافت کرنی مشکل ہے۔(بحوالہ افکار سرسید، ص:۴۴،۴۵)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا اقرار

اس امت کے گزرے ہوئے بزرگ مفسرین خواہ وہ صحابہ کے طبقہ میں ہوں یا تابعین اور تبع تابعین کے مبارک دور سے ان کا تعلق ہو یا وہ خیر القرون کے مفسرین ہوں یا برصغیر کے تمغہ یافتہ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے مفسرین ہوں یا کوئی اور ہوں مودودی صاحب نے سب کے طور طریق اور طرز تفسیر سے راہ فرار اختیار کر کے الگ ہونے کا کھلا اعلان کیا ہے جو ابھی ان کے دیباچہ میں آنے والا ہے۔

پھر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نئے نوجوانوں کے مزاج کے ساتھ ساتھ چلنے کا کھلا اعلان بھی مودودی صاحب نے اپنی تفسیر کی ابتدا میں دیباچہ کے عنوان کے ذیل میں کیا ہے مولانا مودودی صاحب نے قرآن عظیم کی تفسیر کو تفہیم القرآن کا نام دیا ہے اس میں آپ نے مفسرین کے مروج انداز کو ترک کیا ہے اور روایات سے ہٹ کر آپ نے اپنی سمجھ سوچ اور اپنے ذہن کی مدد سے قرآن کی آیات سے ایک مفہوم تیار کر کے پیش کیا ہے جس سے آپ نے پڑھنے والوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ جہاں قرآن کے سمجھنے کے لیے کسی حدیث کی ضرورت پڑی اور وہ حدیث مولانا کے مزاج اور عقلی معیار پر پوری نہیں اتری تو اس کو بلا روک ٹوک رد کر دیا ہے۔ جیسے سورۃ "ص" میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں آیت ۳۴ کے حواشی میں آپ نے صحیح اور صریح حدیث کو اس لیے رد کر دیا ہے کہ وہ ان کی عقل کے معیار پر پوری نہیں اترتی ہے۔ جس کا تذکرہ آیندہ ہوگا۔

اسی طرح مولانا نے قرآن عظیم کا ترجمہ بھی قرآن کے الفاظ کی رعایت کیے بغیر کیا ہے چونکہ یہ حرام ہے اور مولانا نے دیباچہ میں اس کی طرف مکرر اشارہ بھی کیا ہے فرماتے ہیں قرآن کی اصل عبارت میں کوئی کمی بیشی کرنا حرام ہے لیکن کسی دوسری زبان میں قرآن کی ترجمانی کرتے ہوئے الخ (دیباچہ ص:۹) اس لیے مولانا نے قرآن کے الفاظ کی پابندی سے آزاد ہو کر اپنے تفہیم القرآن کے ترجمہ کو ترجمانی کا نام دیا ہے گویا ترجمہ میں کلام اللہ کے الفاظ کی رعایت ضروری ہے لیکن ترجمانی میں کمی بیشی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مولانا نے اپنے دیباچہ میں قرآن کے لفظی ترجموں کے کئی نقائص شمار کیے ہیں اور اس پر سات دلائل قائم کیے ہیں لیکن گزارش یہ ہے کہ ایک انسان اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کے ترجمہ میں کمی بیشی کرتا ہے اور اس کو ترجمانی کا نام دیکر ترجمہ کی جگہ پر رکھتا ہے یہ تو بہت ہی غلط بات ہے اگر لفظی ترجمہ میں دلچسپی اور جاذبیت پیدا نہیں ہوتی ہے اور کوئی شخص آزاد ترجمہ کرتا ہے اور اس کو ترجمانی کا نام دیتا ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ اس کی وضاحت بھی کرے کہ یہ قرآن کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ ترجمانی ہے اور اس کو ترجمہ کی جگہ میں بھی نہ رکھے تاکہ عوام دھوکہ میں نہ پڑے جس طرح تفہیم القرآن کا ترجمہ پڑھنے والے اس کو الفاظ کا ترجمہ ہی سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

بہرحال اب میں مولانا مودودی صاحب کی وہ عبارات قارئین کے سامنے رکھتا ہوں جس میں موصوف نے اقرار کیا ہے کہ اس نے عام مفسرین کے طریقۂ تفسیر کو چھوڑ کر الگ ڈگر پر چل کر اپنی تفسیر کو ایک نئے ڈھب پر لا ڈالا ہے۔ تفسیر کے بعض پیچیدہ مقامات میں موصوف نے مصر کے بڑے عالم اور اخوان المسلمون کے بانی سید قطب کی تفسیر ظلال القرآن سے استفادہ کی کوشش کی ہے لیکن حضرت سید محمد یوسف بنوریؒ نے یتیمۃ البیان میں تصریح فرمائی ہے کہ مودودی صاحب نے سید قطب کی تفسیر کا مطلب نہیں سمجھا ہے اور اپنی تفسیر میں بڑی غلطیاں کی ہیں۔

تفہیم القرآن کا دیباچہ

(جناب مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ)

قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر پر ہماری زبان میں اب تک اتنا کام ہو چکا ہے کہ اب کسی شخص کا محض برکت وسعادت کی خاطر ایک نیا ترجمہ یا ایک نئی تفسیر شائع کر دینا وقت اور محنت کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اس راہ میں مزید کوشش اگر معقول ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں جبکہ آدمی کسی ایسی کسر کو پورا کر رہا ہو جو سابق مترجمین ومفسرین کے کام میں رہ گئی ہو، یا طالبین قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے تراجم وتفاسیر سے پوری نہ ہوتی ہو۔ ان صفحات میں ترجمانی وتفہیم قرآن کی جو سعی کی گئی ہے وہ دراصل اسی بنیاد پر ہے۔ میں ایک مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگوں میں روح قرآن تک پہنچنے اور اس کتاب پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہونے کی جو طلب پیدا ہو گئی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے وہ مترجمین ومفسرین کی قابل قدر مساعی کے باوجود ہنوز تشنہ ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ احساس بھی اپنے اندر پا رہا تھا کہ اس تشنگی کو بجھانے کے لیے کچھ نہ کچھ خدمت، میں بھی کر سکتا ہوں۔ انہی دونوں احساسات نے مجھے اس کوشش پر مجبور کیا جس کے ثمرات ہدیہ ناظرین کیے جا رہے ہیں۔ اگر فی الواقع میری یہ حقیر پیش کش لوگوں کے لیے فہم قرآن میں کچھ بھی مددگار ثابت ہوئی تو یہ میری بہت بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

اس کام میں میرے پیش نظر علماء اور محققین کی

ضروریات کیا ہیں، اور نہ ان لوگوں کی ضروریات ہیں جو عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کا گہرا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کی پیاس بجھانے کے لیے بہت کچھ سامان پہلے سے موجود ہے، میں جن لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ اوسط درجے کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو عربی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور علوم قرآن کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کرنا جن کے لیے ممکن نہیں ہے۔ انہی کی ضروریات کو میں نے پیش نظر رکھا ہے۔ اس وجہ سے بہت سے ان تفسیری مباحث کو میں نے سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا جو علم تفسیر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں مگر اس طبقے کے لیے غیر ضروری ہیں۔ پھر جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے سامنے رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا بالکل صاف صاف سمجھتا چلا جائے، اور اس سے وہی اثر قبول کرے جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ نیز دوران مطالعہ میں جہاں جہاں اسے الجھنیں پیش آسکتی ہوں وہ صاف کر دی جائیں اور جہاں کچھ سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوں ان کا جواب اسے بروقت مل جائے۔ یہ میری کوشش ہے۔ میں نے اس کتاب میں ترجمے کا طریقہ چھوڑ کر آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں پابندیٔ لفظ کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کو غلط سمجھتا ہوں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ترجمہ قرآن کا تعلق ہے، یہ خدمت اس سے پہلے متعدد بزرگ بہترین طریقہ پر انجام دے چکے ہیں اور اس راہ میں اب کسی مزید کوشش کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ انتہی

مولانا مودودی صاحب کی یہ باتیں بہت اچھی ہیں اور یہ تجویز بہت معقول ہے لیکن سوال یہ ہے کہ عام مفسرین کے منہج کو چھوڑ کر مولانا مودودی صاحب نے نئی نسل کو کس راستے پر ڈال کر چلا یا ہے؟ ٹھیک ہے کہ بہت سارے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صحیح راستہ کی رہنمائی ہوگئی ہوگی لیکن سوال یہ ہے کہ باستثنائے چند کیا وہ دین اسلام کی روح کے مطابق پرہیزگار بھی بنے ان کی چال ڈھال اور وضع قطع اسلامی سانچے میں ڈھل کر وہ دوسروں کے لیے نمونہ بھی بنے؟ اور کیا وہ ہر لحاظ سے ایک پاکیزہ سوچ پا کر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ عظام اور علمائے کرام کے بارے میں ادب کی دہلیز پر سر جھکانے والے بھی بنے؟ اور کیا لندن یا امریکہ کے کسی بازار میں گزرتے ہوئے وہ یہود و نصاریٰ کے دل و دماغ میں یہ اثر ڈال سکے کہ یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی اور محمدی جارہے ہیں ہاں اس الگ انداز تفسیر سے لوگ بیشک ایک جماعت کے پکے کارکن بن گئے حالانکہ مقصود اللہ والا بنانا ہے کارکن بنانا نہیں ہے، اس رخ کو چھوڑ کر ایک اور رخ پر آجائیں اور دیکھیں کہ جب سارے مفسرین کے طرز کو غیر نافع اور غیر ضروری سمجھ کر مولانا نے چھوڑ دیا پھر اپنی تفسیر میں اتنی بھاری غلطیاں کیوں کیں؟ اور جمہور علماء امت کے اجماعی مسائل کو نظر انداز کرکے تفہیم القرآن میں اپنے انداز کے مسائل اور نظریات کیوں بھر دیئے؟ ساری غلطیوں کے تذکرہ کے لیے تو ایک بڑا دفتر چاہیے اس مختصر کتاب میں کیا بیان ہوگا لیکن بطور نمونہ مشتے از خروارے چند غلطیوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔

تفہیم القرآن کی چند غلطیاں

غلطی نمبر (۱) ''الٓمٓ'' مولانا مودودی صاحب نے قرآن عظیم کے پہلے لفظ الف لام میم میں ایک واضح غلطی کی ہے فرماتے ہیں: کہ اس استعمال کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیستان نہ تھے جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے مراد کیا ہے۔ بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بنا پر مفسرین کے لیے ان کے معانی متعین کرنا مشکل ہوگیا۔ (تفہیم القرآن:۴۹)

جمہور مفسرین کے طریقہ کو چھوڑ کر مودودی صاحب الف لام کی وضاحت کے لیے خود ساختہ مفروضے بنا رہے ہیں جو مزید شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں اور تفسیر بالرائی کی خدمت ہو رہی ہے۔ سارے مفسرین فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے اور یہ وہ متشابہات ہیں جس کا نہ معنی معلوم ہے اور نہ معنی مراد یعنی مطلب معلوم ہے۔ سلف صالحین حروف مقطعات میں فرماتے ہیں ''اللہ اعلم بمرادہ'' یعنی ان مقطعات کا مطلب اور مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے۔

غلطی نمبر (۲) مولانا مودودی صاحب نے جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست پر کلام کیا ہے اور ایسا نقشہ پیش کیا ہے کہ گویا صحابہ کرامؓ بغض و حسد میں مبتلا تھے مال کے حریص اور لالچی تھے، سود خور تھے بخیل تھے ان طبعی و اخلاقی بیماریوں کی وجہ سے ان کو احد کے میدان میں شکست ہوگئی۔ (دیکھئے تفہیم القرآن ج ا ص:۲۸۸)

غلطی نمبر (۳) مولانا مودودی صاحب نے سورۃ آل عمران کی ایک آیت کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے جس میں صحابہ کرام کو مال غنیمت کی محبت میں گرفتار بتایا ہے آیت کا ٹکڑا یہ ہے ﴿مِنْ بَعْدِ مَا اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ﴾ یعنی تم نے امیر کے حکم سے روگردانی کی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں وہ چیز دکھا چکا تھا جس کو تم پسند کرتے تھے ''مَا تُحِبُّوْنَ'' کی تفسیر تمام مفسرین نے کیا ہے ای فتح المؤمنین وانهزام الكافرين یعنی کافروں کی شکست اور مؤمنین کی فتح تم کو پسند تھی۔

اس کے مقابلے میں مودودی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت۔'' (تفہیم القرآن) (جاری ہے)

آہ! حضرت مولانا مطلع الانوارؒ کی رحلت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید، دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل، مدرسہ ہدایت الاسلام تخت آباد پشاور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مطلع الانوارؒ اس دنیائے رنگ وبو کی ستانوے بہاریں دیکھنے کے بعد ۲۲ر صفر المظفر ۱۴۳۸ مطابق ۲۱ر نومبر ۲۰۱۶ء بروز پیر بعد نماز عشاء راہی عالم بقاء ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہٗ باجل مسمّٰی۔

قرآن کریم کا اعلان ہے کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، موت سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے کے لیے ہی آیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کے دم قدم اور یادِ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی زمین سکون پاتی تھی، راستے، ہوائیں، فضائیں اور بر وبحر ان کی وجہ سے رحمت حق سے فیض یاب ہوتے تھے، ان کی رحلت کے بعد اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ان کی برکات سے محروم ہوجاتی ہیں، خصوصاً ایسے حضرات کا جانا بعد والوں کے لیے علم وحی سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مطلع الانوار رحمہ اللہ اکابر کی نشانی، عظیم علمی شخصیت، زہد وتقویٰ کے پیکر، اکابر کی نشانی، متواضع منکسر المزاج شخصیت تھی، آپ جس محفل میں ہوتے تو آپ ہی صدر نشین ہوتے۔ دو سال قبل آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کی سالانہ کانفرنس میں تشریف لائے تو آپ کی زیارت ہوئی اور جتنی دیر مجلس رہی، آپ اپنی تعلیمی زندگی کے حالات، اس راہ میں مشکلات اور خصوصاً دارالعلوم دیوبند میں اپنی تعلیم اور وہاں سے پاکستان کا سفر بڑے دلچسپ پیرائے میں سنا رہے تھے۔

آپ کی پیدائش حضرت مولانا عبدالواحد المعروف بہ ''صاحب حق کوٹ'' بن قطب دوران حضرت غندل کے ہاں ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر سے شروع کی، وسطانی کتب اپنے اعزہ اور اہل علاقہ کے نامور علماء سے حاصل کی، جن میں مولانا عبدالرحمن کامل پوری رحمہ اللہ کا نام نامی بھی آتا ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم دیوبند کا رُخ کیا، آپ نے سنایا کہ:

تقسیم ہند کے سال شعبان میں طلبہ نے چھٹیاں گزارنے کے لیے اپنے اپنے وطن کا رُخ کیا، لیکن حضرت مرحوم کے دل میں یہ بات راسخ ہوگئی تھی کہ میں اس سال وطن نہیں جاؤں گا۔ جمعہ کی صبح ایک بنگالی طالب علم نے انہیں پاکستان بننے کی خبر سنائی۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ہندو مسلم فسادات شروع ہوگئے، فرمایا کہ ہم نے اس زمانے میں ''حزب اللہ'' کے نام سے ایک حفاظتی تنظیم بنائی، جس کے سپہ سالار احمد یار خان تھے اور ان کے ساتھ چار علم دار مقرر ہوئے، جن میں ایک میں بھی تھا، ہر علم دار کے ماتحت پچیس مجاہد تھے، ان کا کام تمام رات مدرسہ کی حفاظت کرنا تھا۔ فرمایا کہ عید الاضحیٰ کی رات بارہ بجے فوج دارالعلوم کا محاصرہ کرکے پچیس جانور قربانی کے زبردستی لے گئی۔ وہ عید ہم پر بہت کٹھن گزری، نماز عید بھی ہم نے عیدگاہ کی بجائے دارالعلوم میں پڑھی۔ اس سال حضرت شیخ الاسلام مدنی صاحب تقسیم کی وجہ سے ایک گونہ سیاست سے فارغ تھے اور فسادات کی وجہ سے دیوبند ہی میں مقیم رہے، اس لیے ہمیں ان سے خوب استفادے کا موقع ملا۔ فراغت کے بعد بھی دیوبند میں رہے، اس دوران جو کتابیں طالب علمی میں پڑھنے سے رہ گئی تھیں، ان کی تکمیل کی۔ تقریباً دو سال تک ہندوستان میں موت وحیات کی کچھ بھی خبر گاؤں اور گھر والوں کو دیے بغیر رہے۔

اپریل ۴۹ء میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کتب خانہ پاکستان منتقل کرنے کے لیے تین ٹرک آئے تو اس میں بڑی مشکلات کے ساتھ لاہور پہنچے۔ زمانہ طالب علمی ہی میں دیوبند میں مطول اور جلالین شریف طلبہ کو پڑھانا شروع کیا۔ وطن واپس لوٹنے پر اپنے گاؤں کی مسجد میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور یہاں مختصر المعانی تک کی کتابیں پڑھاتے رہے، پھر شدید بیماری کی وجہ سے معالج نے ٹھنڈی جگہ جانے کا مشورہ دیا تو پارہ چنار منتقل ہوگئے۔

بعد ازاں دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ قائم ہوا تو اٹھارہ سال تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ابتدائی کتب سے لے کر طحاوی شریف اور مسلم شریف تک کتابیں زیر درس رہیں۔ اوکاڑہ پنجاب میں مدرسہ حنفیہ میں بھی ایک سال تک پڑھایا، پھر علاقہ دوآبہ میرزو میں دارالعلوم احناف میں تقرر ہوا، چھ سال تک وہاں دورہ بھی پڑھاتے رہے، پھر علاقہ داؤدزئی کے دارالعلوم ہدایۃ الاسلام تخت آباد کو اپنی تدریسی خدمات سے نوازا۔ ۱۹۹۲ء میں مردان میں پڑھانا شروع کیا اور عرصہ بارہ سال تک یہ سلسلہ رہا، پھر دوبارہ تخت آباد کے قدیم مدرسے والوں کے اصرار پر وہاں درس شروع کیا اور مرتے دم تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

اپنے والد محترم حضرت مولانا عبدالغفور مشہور بہ سوات صاحب سے ہی بیعت تھے۔ آپ کی نماز جنازہ چارسدہ کے سلیم شوگر مل میں بعد از ظہر ۲ بجے آپ کے صاحبزادے مولانا امجد صاحب فاضل حقانیہ کی اقتداء میں ادا کی گئی، جس میں ہزاروں علماء، صلحاء اور عوام الناس نے شرکت کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، آپ کے تلامذہ، معتقدین، متوسلین اور اعزہ واقرباء کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔ ادارہ باتوفیق قارئین سے حضرت کے لیے ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

☆☆.................☆☆

سنہ ۱۸۹۳ء میں مرزا کے مطابق اس پر اس کے خدا کی طرف سے یہ وحی ہوئی جو مرزا نے عربی میں لکھی:

"قال انی ساجعل بنتاً من بناتهم آیۃ لهم فسماھا وقال انھا ستجعل ثیبۃ ویموت بعلھا وابوھا الی ثلاث سنۃ من یوم النکاح ثم نردھا الیک بعد موتھما ولا یکون احدھما من العاصمین وقال انا رادوھا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربک فعال لما یرید ومات ابوھا فی وقت موعود فکونوا لوعدہ الآخر من المنتظرین" اس نے کہا میں ان کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کو ان کے لئے نشانی بناؤں گا اور اس نے کہا کہ وہ بیوہ ہوجائے گی، اس کا خاوند اور باپ دونوں نکاح کے دن سے تین سال تک مرجائیں گے پھر ہم اس لڑکی کو ان دونوں کی موت کے بعد تیری طرف لوٹا دیں گے اور ان دونوں میں سے کوئی بھی بچنے والا نہیں اور کہا کہ ہم اس لڑکی کو تیری طرف واپس لانے والے ہیں اللہ کی باتوں کو کوئی نہیں بدل سکتا بے شک تیرا رب جو ارادہ کرتا ہے وہ کرتا ہے، تو اس لڑکی کا باپ وقت مقررہ میں مرگیا پس اب تم اللہ کے دوسرے وعدہ کا انتظار کرو۔"

(کرامات الصادقین مرخ:۷، ص:۱۶۲)

آپ نے دیکھا کہ محمدی بیگم کے باپ کے مرنے کے بعد مرزا یہ تحریر لکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں نے پیش گوئی کی تھی کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ کیا جائے گا تو اس کا باپ اور خاوند دونوں تین سال کے اندر مرجائیں گے اور ان کے مرنے کے بعد آخر کار محمدی بیگم میرے پاس واپس آجائے گی یہ اللہ کی بات ہے جو تبدیل نہیں ہوسکتی، اور پھر مرزا کہتا ہے کہ دیکھو میری پیش گوئی کے مطابق اس کا باپ مرگیا، اس طرح اللہ کا ایک وعدہ پورا ہوا اب دوسرا وعدہ پورا ہونے کا انتظار کرو۔

مرزا قادیانی کا تعارف و کردار

(۲۰)

حافظ عبید اللہ

آگے چلنے سے پہلے آپ کی توجہ اس طرف بھی دلاتا جاؤں کہ مرزا نے اپنے خدا کی یہ جو عربی وحی لکھی ہے اس میں لکھا ہے ﴿ویموت بعلھا وابوھا الی ثلاث سنۃ﴾ عربی قواعد کی رو سے ثلاث سنۃ غلط ہے بلکہ ثلاث سنوات یا ثلاث سنین ہونا چاہیے (جیسا کہ مرزا کی علمی قابلیت کے باب میں بیان ہوا) لیکن مرزا جی ٹھہرے سلطان القلم ان کی عربی بھی ان کی نبوت کی طرح بناسپتی ہے۔

تو سلطان محمد کا نکاح محمدی بیگم کے ساتھ اپریل ۱۸۹۲ء میں ہوا، اس طرح مرزا قادیانی کی پیش گوئی کے مطابق اسے اڑھائی سال کے اندر یعنی اگست، ستمبر ۱۸۹۴ء تک مرنا تھا لہٰذا اب اس کی موت کا انتظار شروع ہوا، اور مرزا قادیانی نے مورخہ اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء کو لکھا:

"مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔" (شہادۃ القرآن، روحانی خزائن:۶، ص:۳۷۵)

اسی کتاب کے اگلے صفحے پر مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی پیش گوئی کو عظیم الشان پیش گوئی لکھا اور اس کے چھ اجزاء تفصیل کے ساتھ یوں بیان کیے:

"اور ان میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمان قوم کے ساتھ تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں: (۱) مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو، (۲) اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو، (۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو، (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو، (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو، (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہوجاوے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن:۶، ص:۳۷۶)

اسی طرح مرزا قادیانی نے لکھا کہ میری اس پیش گوئی میں پورے چھ دعوے ہیں:

"اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔ دوم نکاح کے وقت تک لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔ چہارم اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔ پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم پھر آخر یہ بیوہ ہونے کی

تمام رسوں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آنا۔'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن:۵، ص:۳۲۵)

اب خود مرزا نے اپنی اس پیش گوئی کے چھ حصے بتائے اور پھر یہ بھی بتایا کہ اس پیش گوئی میں میرے چھ دعوے ہیں، اس طرح بات بالکل صاف ہوگئی کہ پیش گوئی اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک اس کے چھ کے چھ اجزاء پورے نہ ہوں اور مرزا اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک اس کے چھ کے چھ دعوے سچے نہ ہوں، نیز یہ بات ذہن میں رہے کہ اب تک جہاں بھی مرزا قادیانی نے یہ پیش گوئی کی وہاں کوئی شرط ذکر نہیں کی کہ اگر فلاں کام ہوگیا یا فلاں نے توبہ کرلی یا فلاں ڈر گیا تو پھر میرا نکاح محمدی بیگم کے ساتھ ملتوی یا کینسل ہوجائے گا۔

اب وقت گذرتا رہا، ہفتے گذرے، مہینے گذرے، سال، دوسال، اڑھائی سال گذر گئے لیکن محمدی بیگم کا خاوند سلطان محمد زندہ سلامت رہا، مرزا قادیانی کو پھر اپنی ذلت سامنے نظر آنے لگی تو اس نے حسب عادت اپنی تاویل کی زنبیل سے وہی پرانا نسخہ نکالا اور کہنا شروع کیا کہ سلطان محمد اپنے سسر احمد بیگ کی موت دیکھ کر ڈر گیا تھا اس لئے اس کی موت ٹل گئی (یہ بات مرزا کو اس کے خدا نے اس وقت نہ بتائی جب احمد بیگ فوت ہوا تھا کیونکہ اوپر آپ نے پڑھا کہ ۲۱ر ستمبر ۱۸۹۳ء کو بھی مرزا نے یہی لکھا کہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت میں گیارہ مہینے رہ گئے ہیں جبکہ اس سے کئی مہینے پہلے احمد بیگ کی موت ہوچکی تھی)، کسی نے پوچھا کہ مرزا جی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ سلطان محمد ڈر گیا یا اس نے توبہ کرلی؟ تو دلیل ملاحظہ فرمائیں، مرزا قادیانی نے کہا کہ احمد بیگ کی موت کے بعد سلطان محمد کے کچھ رشتہ داروں کے خط آئے تھے اور انہوں نے پشیمانی کا اظہار کیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے توبہ کرلی تھی (کیا سلطان محمد نے بذات خود کوئی معافی نامہ لکھا؟ آج تک نہ مرزا قادیانی اور نہ ہی اس کا کوئی پیروکار یہ ثابت کرسکا)۔

مرزا کا اصرار کہ اصل اور بنیادی پیش گوئی اب بھی قائم ہے

دوستو! آج جماعت مرزائیہ کی طرف سے یہ دھوکہ دیا جاتا ہے کہ مرزا کی اصل پیش گوئی احمد بیگ اور اس کے داماد سلطان محمد کی موت تھی، اور محمدی بیگم کے ساتھ نکاح صرف اس صورت کے ساتھ مشروط تھا اگر سلطان محمد کی موت ہوجاتی، مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے بھی یہی فریب دینے کی کوشش کی ہے کہ مرزا کو اس کے خدا نے یہ بتایا تھا کہ میں محمدی بیگم کے باپ اور خاوند دونوں کی موت کے بعد محمدی بیگم کو بیوہ کرکے تیری طرف لوٹاؤں گا، اس طرح شرط یہ تھی کہ اگر وہ بیوہ ہوگی تو تیرے نکاح میں آئے گی، چونکہ سلطان محمد توبہ کرکے (جس توبہ کا کوئی ثبوت آج تک جماعت مرزائیہ پیش نہیں کرسکی اور نہ اس پیش گوئی کا مشروط ہونا ثابت کرسکی) موت سے بچ گیا، لہٰذا محمدی بیگم کے بیوہ ہونے کی شرط پوری نہ ہوئی نتیجہ یہ کہ نکاح کی پیش گوئی ملتوی ہوگئی۔ یہ ایسا مرزائی دھوکہ ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے، آپ نے اب تک خود مرزا قادیانی کی جو پیش گوئیاں باحوالہ پڑھیں ان کے اندر کہیں بھی کوئی شرط نہیں، بلکہ جب تک محمدی بیگم کا نکاح نہ ہوا تھا مرزا کی پیش گوئی یہ تھی کہ وہ کنواری بھی میرے نکاح میں آسکتی ہے اور بیوہ ہوکر بھی، جب اس کا نکاح ہوگیا تو چونکہ کنواری والی بات اب ناممکن ہوگئی لہٰذا مرزا نے یہ لکھنا شروع کردیا کہ اب وہ بیوہ ہوکر آئے گی،

آیئے ہم خود مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ اصل اور بنیادی پیش گوئی کیا تھی؟ کسی کی موت کی یا نکاح کی؟ اور کیا محمدی بیگم کے ساتھ مرزا کا نکاح مشروط تھا؟ اور کیا سلطان محمد کے بچنے سے یہ اصل پیش گوئی ملتوی ہوگئی؟

جب سلطان محمد اڑھائی سال کے اندر نہ مرا تو مرزا نے بتاریخ ۶ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار جاری کیا اس میں لکھا:

''کیونکہ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ: لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہ ٹلے گی پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد ا، ص:۳۹۹، اشتہار نمبر۱۲۳)

مرزا قادیانی کی اس تحریر سے یہ باتیں سمجھ آتی ہیں:

اڑھائی سال کے اندر محمدی بیگم کے خاوند کی موت کی پیش گوئی دراصل اس پر عذاب آنے کی پیش گوئی تھی، اور عذاب کی پیش گوئی تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف یا رجوع الی اللہ سے ٹل جاتی ہے اس لئے محمدی بیگم کا خاوند وقت مقررہ کے اندر نہ مرا (یہ بھی مرزا قادیانی کا دھوکہ ہے محمدی بیگم کے خاوند نے ہرگز کوئی معذرت یا توبہ نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ پوری زندگی بھی مرزا کی پیش گوئی سے ڈرا، آج تک جماعت مرزائیہ اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکی کہ سلطان محمد نے توبہ کی تھی، وہ توبہ کیوں کرتا؟ اس نے کون سا گناہ کیا تھا؟ کیا کسی غیر منکوحہ عورت کے ساتھ اس کے گھر والوں کی رضامندی سے نکاح کرنا گناہ ہے؟)، یہاں تک تو مرزا نے یہ بتایا کہ سلطان محمد کیوں نہ مرا، لیکن آگے جو لکھا وہ ہے اصل پیش گوئی جسے مرزا نے ''نفس پیش گوئی'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور پہلے سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی کو تقدیر معلق بتایا لیکن محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی پیش گوئی کو ''تقدیر مبرم'' بتایا، اور یہ بھی بتایا کہ یہ ایسی تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح بھی ٹل نہیں سکتی کیونکہ اگر یہ نکاح ٹل گیا تو مرزا

کے مطابق اس کا خدا جھوٹا ثابت ہوجائے گا۔

مرزائی پاکٹ بک میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تقدیر مبرم بھی ٹل سکتی ہے لیکن یہاں مرزا نے ان ساری تاویلات کا دروازہ یہ لکھ کر بند کردیا ہے کہ "یہ ایسی تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی" نیز مرزا نے اس تقدیر مبرم کو محمدی بیگم کے خاوند کی موت کی پیش گوئی کے مقابلے میں ذکر کیا ہے جسے اس نے تقدیر معلق بتایا، اگر تقدیر معلق اور تقدیر مبرم دونوں ٹل سکتی تھیں تو مرزا نے ان دونوں میں فرق کیوں کیا؟ مرزا قادیانی نے تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کا فرق ایک دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے:

"تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے ایک کا نام معلق ہے اور دوسری کو مبرم کہتے ہیں، اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے، اور مبرم ہونے کی صورت میں وہ صدقات اور دعا اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔" (ملفوظات، ج:۳، ص:۲۴)

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک اصل اور بنیادی پیشگوئی محمدی بیگم کے ساتھ نکاح ہونے کی تھی اور اس پیش گوئی کے ٹلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اسے ہر صورت میں پورا ہونا تھا۔

تو دوستو! آپ نے دیکھا کہ محمدی بیگم کا خاوند جب مرزا کی بتائی ہوئی مدت میں نہ مرا تو مرزا نے کیسے تاویل کی کہ وہ ڈر گیا تھا اس لئے بچ گیا، جبکہ اس سے پہلے اس بارے میں وہ جتنی بھی پیش گوئیاں کر چکا تھا ان کے اندر ہرگز کہیں ایسی کوئی شرط نہیں تھی کہ اگر وہ ڈر جائے گا یا توبہ کرے گا تو بچ جائے گا، بلکہ ان پیش گوئیوں کے مطابق اسے ہر حال میں ضرور مرنا تھا کیونکہ اصل اور نفس پیش گوئی تب ہی پوری ہوتی، اس بات کا احساس خود مرزا قادیانی کو بھی تھا چنانچہ اس نے یہ تاویل کرکے اڑھائی سال کی مدت میں سلطان محمد کے مرنے والی بات سے جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ اسے صرف مدت میں ڈھیل ملی ہے اس کی موت بہرحال اٹل ہے، چنانچہ اس نے ۱۸۹۶ء میں یہ بیان شائع کیا:

"میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو، اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کرے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے اور وقتوں میں تو کبھی استعارات کا بھی دخل ہوتا ہے۔" (انجام آتھم روحانی خزائن ج۱۱ ص۳۱ حاشیہ)

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج مکمل خوراک

فیصل

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

133 اجزاء کا کیسر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگر موتھ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	[illegible]	مغز جولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اکر	الائچی خورد	بیج کاکنج	تخم فلاوخر
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	[illegible]	33
ورق نقرہ	گوند کیکر	[illegible]	زنجبیل	ماجو	اجزاء
مغز چلغوزہ	مغز بادام	[illegible]	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے

۱۔ دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری و دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔

قیمت 1200 روپے

۲۔ جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔

وزن 500 گرام

۳۔ عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیموں	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	[illegible]	مغز تربوز
گل منڈی	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

فیصل FOODS سٹار بلاک نمبر 3 ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کا پُر شکوہ ماڈل
آیئے.... اس زیر تعمیر منصوبہ کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیجئے
0331-2012341, 0302-6961841